ماہنامہ
انصار اللہ
ربوہ

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

جون سنہ ۱۹۹۹ء

دعا کے قوانین

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”دعا کے لئے بھی یہی قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھاوے اور روح گداز ہو اور پھر صبر او[ر] استقلال سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حسن ظن سے کام لیا جاوے۔

ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کر[تا] اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ اور بامراد نہیں [ہو] سکتا۔ .... دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پ[ر] ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعی[د] الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے او[ر] فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ اب ابتلاؤں کے آنے میں ایک سر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہے۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئیے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۰۷۔۰۸

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماھنامہ انصار اللہ ربوہ

احسان ۱۳۷۸ ھش

جون ۱۹۹۹ء

ایڈیٹر

نصراللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ـــــ ۴۰

شمارہ نمبر ـــــ ۶

شرح چندہ

پاکستان ـــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ـــــ چھ روپے

اداریہ

دعوت الی اللہ ۔ ایک اہم فریضہ

دعوت الی اللہ کی اہمیت و عظمت سے ہر احمدی آگاہ ہے۔ یہ وہ اہم ذریعہ ہے جو ہمیشہ الٰہی سلسلوں کی زندگی اور بقا کا موجب بنا اور یہ وہ راستہ ہے جس نے بنی نوع انسان کو امن و آشتی کی منزل تک پہنچایا۔ یہی ذریعہ ہے خیر اور بھلائی کا' جو ہر شر اور برائی کو دور کرتا ہے فی الواقع آب حیات ہے دائمی زندگی کا۔ الحمد للہ کہ آج ہر احمدی چھوٹا بڑا پیر و جواں اور ہر طبقہ اور پیشہ سے تعلق رکھنے والا دعوت الی اللہ کی اس اہمیت سے خوب آگاہ ہے اور اس جدوجہد میں مصروف ہے ۔

ہر دل میں یہ خواہش اور تڑپ ہوتی ہے کہ اس کا نام زندہ رہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی پائے اور یہ بات دعوت الی اللہ سے وابستہ ہے اور یہی وہ اہم نکتہ ہے جس کی طرف ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے توجہ دلائی ہے آپ نے ۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

> "آپ میں سے ہر ایک کو دعوت الی اللہ زندہ کر سکتی ہے۔ ہر شخص دعوت الی اللہ کے مضمون کو سمجھ کر اس کا حق ادا کرے گا تو ہر شخص ولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دعوت غیروں کو ہی خدا کے قریب نہیں کرے گی بلکہ آپ کو خدا کے قریب تر کرتی چلی جائے گی اور جماعت میں کثرت کے ساتھ اولیاء پیدا ہونگے۔"

آپ نے ۲۸ فروری ۱۹۹۸ء کو ایک خوشخبری دیتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار کرنے والا یہ ذریعہ اس طرح بیان فرمایا:

> "میں دعوت الی اللہ کرنے والوں کو خوشخبری دیتا ہوں کہ جب وہ کسی کی زندگی بنائیں گے تو خدا تعالیٰ ایک زندگی بنا دے گا اور یہ ایک ایسا جاری فیض ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا .... اس لئے ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو کوشش کرنی چاہئے کہ دعائیں کرتے ہوئے اس کوشش کو آگے بڑھائیں اپنے روحانی پھلوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اس کی لذتوں سے فیضیاب ہوں اور آگے ان کو سراج بنا دیں ایسا سراج جو اور چراغ روشن کرنے والا

سراج بن جائے۔"

آج جماعت احمدیہ کے پیرو جواں' چھوٹے اور بڑے' ہر صنف اور ہر پیشہ اور طبقہ سے تعلق رکھنے والے بنی نوع انسان کی محبت سے سرشار دعوت الی اللہ میں مگن ہیں اور پھر اپنی نیم شبی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریاں ہیں تا اس کی مخلوق ہدایت کا راستہ پالے اور دنیا میں روحانی انقلاب برپا ہو۔ جس کی نشاندہی ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ الودود نے یوں فرمائی ہے۔

> "معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعت احمدیہ کو اس عالمی انقلاب کی طرف لے جا رہی ہے جس کا لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے مگر خدا کی تقدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا جماعت پر ترقیات کے عظیم الشان دروازے کھولنا چاہتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ مصباح ۱۰ اپریل ۱۹۸۷ء)

دعوت الی اللہ حقیقت میں محبتِ الٰہی کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت رضا اور خوشنودی کا حصول دعوت الی اللہ سے ممکن ہے اسی میں بنی نوع انسان کی زندگی اور ایک داعی الی اللہ کی دائمی حیات کا راز مضمر ہے یہی وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر بنی نوع انسان سے ہونی چاہئے تا وہ حقیقی عبد بن کر آستانۂ الوہیت پر جھکے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ہست جامِ عشقِ اُو آبِ حیاتِ لازوال ہر کہ نوشید است ہرگز نمیرد بعدازیں

یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کے عشق و محبت کا جام حیاتِ لازوال کا پانی ہے جس نے یہ پی لیا وہ ہرگز نہ مرے گا بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا"

دعوت الی اللہ کا اول و آخر ہماری شب بیداری اور اس میں وہ درد بھری دعائیں ہی ہیں جن سے تدبیر کے چشمے پھوٹتے ہیں اور کلام میں آسمانی برکت نازل ہوتی ہے چنانچہ میدان عمل میں دعوت الی اللہ کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعا وردو الحاح سے کرتے رہنا چاہئے تا نوشتہ تقدیر پورا ہو۔

"رَبِّ انْفُخْ رُوْحَ بَرَكَةٍ فِيْ كَلَامِيْ هٰذَا وَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِ۔"

اے میرے رب میرے اس کلام میں برکت کی روح پھونک دے اور لوگوں کے دل ایسے بنا دے کہ اس کی طرف جھکیں۔

"غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا"

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب کی راہ مولیٰ میں قربانی پر

مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کی قرارداد تعزیت

مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کا یہ اجلاس خاندان حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے چشم و چراغ 'ابنائے فارس کے درخشندہ ستارے محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب ابن محترم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی راہ مولیٰ میں قربانی پر اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے پاکستان سے انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم کے بعد جارج میسن یونیورسٹی واشنگٹن امریکہ سے کمپیوٹر سائنس کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی اور پھر زندگی خدمت دین کے لئے وقف کردی۔ آپ کو جماعت کے مرکزی ادارہ جات میں کمپیوٹر کے نظام کی ترویج کی سعادت حاصل ہوئی اس طرح آپ مرکز سلسلہ میں کمپیوٹر کے نظام کے بانی قرار پاتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب موصوف ان ابنائے فارس میں سے تھے جنہیں اپنی اعلیٰ صلاحیتیں دین حق کے لئے نچھاور کرنے کی توفیق ملی۔ آپ نے مرکز سلسلہ میں اہم دینی خدمات کا موقع پایا۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں مہتمم مقامی' مہتمم مال' مہتمم تجنید کی حیثیت سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں سیکرٹری وقف نو کے طور پر خدمت کی توفیق ملی جہاں آپ نے تین ہزار سے زائد ننھے منے نونہالوں کو منظم کیا اور ان کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جماعت کی خدمت کرتے ہوئے نہایت فراست' شجاعت اور مومنانہ جرات سے سفاک دشمن کا منصوبہ ناکام کرتے ہوئے مورخہ ۱۴- اپریل ۱۹۹۹ء کو راہ مولیٰ میں جان قربان کردی۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا وجود کئی لحاظ سے بڑا مبارک وجود ہے۔ آپ کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چوتھی نسل سے تھا۔ آپ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ..... کے پوتے اور حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ .... کے نواسے تھے۔ پھر حضرت میر محمد اسحاق صاحب .... کی پوتی اور حضرت میر داؤد احمد صاحب کی صاحبزادی آپ کے عقد زوجیت میں تھیں۔

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

جون ۱۹۹۹ء

امام الکلام

"خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔"

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ بغیر روحانیت کے کوئی مذہب چل نہیں سکتا اور مذہب بغیر روحانیت کے کچھ بھی چیز نہیں جس مذہب میں روحانیت نہیں اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق و صفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اُس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اس کے پاس نہیں وہ مذہب مردہ ہے۔ اس سے مت ڈرو۔ ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے۔ کیونکہ یہ مذہب آریا کا زمین سے ہے نہ آسمان سے۔ اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے۔ نہ آسمان کی۔ پس تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی۔ اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں اونہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ اون کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اوس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی طیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ کیا تم اُوس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اُوس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷-۶۸)

کلام الامام

"صبر کے لئے دعا مانگنا اور صبر کے ساتھ دعا مانگنا"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"...... وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ اور مدد مانگو صبر کے ساتھ اور صلوۃ کے ساتھ۔ اب بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ کے دو معانی ہیں جو بیک وقت موجود ہیں۔ "ب" کا مطلب ایک تو یہ بنتا ہے کہ صبر کی ہی دعا مانگو اور نماز کی دعا مانگو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ صبر کے ساتھ دعا مانگو اور نماز کے ساتھ دعا مانگو۔ عموماً مترجمین یہ دوسرا معنی اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں بیک وقت مراد ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔

صبر کے لئے دعا مانگنا اور صبر کے ساتھ دعا مانگنا یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر صبر کے لئے دعا مانگی جائے تو جب تک صبر کے ساتھ دعا نہ مانگی جائے اس دعا کے مقبول ہونے کے امکانات دور کے ہو جاتے ہیں۔ یعنی بعض دفعہ جلدی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے مگر بسا اوقات انسان آزمایا جاتا ہے اور اگر اس کی واقعۃً نیت ہے کہ وہ ایک چیز کو اللہ سے چاہتا ہے تو پھر اسے پکڑ بیٹھے اور یہ مضمون ہے بِالصَّبۡرِ۔ صبر کرو اور جو نیکی کی دعا تم مانگ رہے ہو اگر تم اس میں واقعۃً سچے ہو، اسی کو پسند کرتے ہو اس نیکی کی دعا ہمیشہ مانگتے رہو کیونکہ وہ تو کسی حال میں بھی بے ضرورت نہیں رہتی۔ نیکی کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ پس نیکی پر صبر کرنا اور نیکی پر صبر کرنے کے لئے دعا پر صبر کرنا کہ اللہ ہمیں نیکی عطا فرمائے یہ ایک ہی چیز کے دو معنے ہیں ایک معنی کے دو الفاظ ہیں۔

وَالصَّلٰوةِ اور نماز پر یہی صبر والا حکم عائد ہوتا ہے۔ پس اس کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ ہم جو نمازیں پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نیکیوں کو مضبوطی سے اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ممکن نہیں ہے جب تک پورے خلوص نیت کے ساتھ ہم اس کے لئے دعا نہ کرتے رہیں۔ اور دعا کی وجہ یہ بیان فرمائی وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ کہ یہ نیکی اور نماز پر صبر کرنا ور صبر کے ساتھ نماز پڑھنا اور نماز کی دعا کرنا یہ بذات خود وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ بہت بڑی بات ہے۔

(خطبہ فرمودہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۴ تا ۱۰ دسمبر ۱۹۹۸ء)

عربی منظوم کلام

O

اَلَا يَا حَاسِدِیْ خَفْ قَهْرَ رَبِّیْ وَمَا اٰلُوْكَ نُصْحًا فِی الْمَقَالِ

اے میرے حاسد! میرے رب کے قہر سے ڈر اور میں تیری خیر خواہی کی بات کہنے میں کوتاہی نہیں کرتا

فَلَا تَسْتَكْبِرَنَّ بِفَوْرِ عُجْبٍ وَكَمْ مِّنْ مُّزْدَهِیٍ صَیْدُ النَّكَالِ

پس تو خود پسندی کے جوش میں ہرگز تکبر نہ کر۔ اور بہت سے مغرور عبرت ناک عذاب کا شکار بن چکے ہیں

اَلَا يَا خَاطِبَ الدُّنْيَا الدَّنِيَّهْ تَذَكَّرْ يَوْمَ قُرْبِ الْاِرْتِحَالِ

اے کمینی دنیا کے طالب! (دنیا سے) کوچ کے قریب ہونے کے دن کو یاد کر

سِهَامُ الْمَوْتِ تَفْجَاُ یَا عَزِیْزِیْ وَلَوْ طَالَ الْمَدٰی فِی الْاِنْتِقَالِ

اے میرے عزیز! موت کے تیر اچانک آ لگتے ہیں خواہ (دنیا سے) انتقال کی مدت لمبی بھی ہو جائے

هَدَاكَ اللّٰهُ قَدْ جَادَلْتَ بُغْضًا وَمَا فَكَّرْتَ فِیْ قَوْلِیْ وَ قَالِ

خدا تجھے ہدایت دے۔ تو نے بغض کی وجہ سے جھگڑا کیا ہے اور میری بات میں غور نہیں کیا

وَكَمْ اَكْفَرْتَنِیْ كِذْبًا وَّ زُوْرًا وَكَمْ كَذَّبْتَ مِنْ زَیْغِ الْخَیَالِ

اور تو نے جھوٹ اور دروغ گوئی سے میری بہت تکفیر کی ہے اور اپنی کج خیالی سے میری بہت تکذیب کی ہے

وَلَسْتُ بِطَالِبِ الدُّنْيَا كَزَعْمِكَ وَقَدْ طَلَّقْتُهَا بِالْاِعْتِزَالِ

اور میں ہرگز طالب دنیا نہیں ہوں جیسا کہ تیرا خیال ہے۔ میں نے تو گوشہ نشینی کے ذریعہ اسے ترک کر دیا ہے

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۹۵ - ۵۹۶)

فارسی منظوم کلام

○

طالبِ راہ خدا را مژدہ باد!　　کش خدا بنمود ایں وقت مراد

راہ خدا کے طالب کو خوشخبری ہو کہ اسے خدا نے کامیابی کا زمانہ دکھایا

ہر کہ را یارے نہاں شد از نظر　　از خبردارے ہمیں پرسد خبر

جس کسی کا دوست اس کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو وہ کسی واقف سے اُس کی خبر پوچھتا ہے

ہر کہ جویان نگارے مے بود　　کے بیک جائیش قرارے مے بود

اور جو کسی معشوق کا متلاشی ہوتا ہے تو اسے ایک ہی جگہ پر کب چین آتا ہے

مے دَوَد ہر سو ہمے دیوانہ وار　　تا مگر آید نظر آں روئے یار

وہ ہر طرف دیوانہ وار دوڑتا ہے تا کہ شاید یار کا چہرہ کہیں نظر آ جائے

ہر کہ عشق دلبرے در جان اوست　　دل ز دستش اُوفتد از ہجر دوست

جس کی جان میں دلبر کا عشق سما گیا ہے تو دوست کے فراق میں اس کا دل ہاتھ سے نکل جاتا ہے

عاشقاں را صبر و آرامے کجا　　توبہ از روئے دلآرامے کجا

عاشقوں کے لئے صبر اور آرام کہاں اور معشوق کے چہرے سے رو گردانی کس لئے؟

ہر کہ را عشق رخ یارے بود　　روز و شب باآں رخش کارے بود

جسے رخ یار سے محبت ہوتی ہے اسے تو دن رات اس کے چہرہ کا ہی خیال رہتا ہے

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۱)

نوادرات حدیث

از: مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم اے ایم۔ لٹ آکسن

ایک گذشتہ مضمون میں "صحیح حدیث" سے متعارف کروایا تھا اور اس کی پانچ شرائط بیان کی تھیں۔ یعنی (۱) اس کی سند متصل اور مُسْنَدْ ہوتی ہے یعنی اپنے اول سے آخر تک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سند مسلسل چلتی ہے اور راستہ میں اس کا کوئی راوی نہیں گرتا۔ (۲) اس کے تمام راوی صاحب عقل اور بالغ مسلمان ہوتے ہیں۔ نیز ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے کردار پر کوئی انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔ (۳) ان میں ضبط پایا جاتا ہے یعنی ان کا حافظہ اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ حدیث یاد رکھتے ہیں بلکہ جو حدیث وہ سنیں اس کی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور اس کو آگے بیان کرنے میں حافظہ اور فہم کے لحاظ سے ان کے غلطی کرنے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ (۴) یہ حدیث شاذ نہیں ہوتی یعنی اس حدیث میں کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہیں کرتا۔ (۵) اس میں کوئی علت نہیں پائی جاتی یعنی اس کی سند اور / یا متن میں کوئی ایسا نقص نہیں پایا جاتا جو بادی النظر میں تو نہ پکڑا جاسکتا ہو لیکن اہل فن اس کی سند یا متن کا کھوج لگا کر ایسا نقص پکڑ سکتے ہیں۔ صحیح حدیث کے بعد دوسرا درجہ حسن حدیث کا ہے۔ "حسن حدیث" وہ حدیث ہے جس میں صحیح کی شرائط نمبر ۱۔ ۲۔ ۴۔ ۵ پائی جاتی ہیں۔ لیکن جہانتک شرط نمبر ۳ (ضبط) کا تعلق ہے اس کے راویوں کا ضبط ایسے اعلیٰ درجہ کا نہیں ہوتا جیسا صحیح حدیث کے راویوں کا ہوتا ہے۔ حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) "حَسَنْ لِذَاتِہٖ (۲) "حَسَنْ لِغَیْرِہٖ" "حَسَنْ لِذَاتِہٖ" وہ حسن حدیث ہے جس میں حسن حدیث کے تمام خواص پائے جاتے ہیں۔ اور حَسَنْ لِغَیْرِہٖ وہ ضعیف حدیث ہے جو اس وجہ سے کہ دوسری احادیث اس کی ممد ہو جاتی ہیں۔ وہ حدیث ضعیف کے درجہ سے اٹھ کر "حسن لِغَیْرِہٖ" بن جاتی ہے۔ ممد احادیث کو تابع اور شاہد حدیث کہتے ہیں۔ ان دو کی تفصیل آئندہ بیان ہو گی۔

حسن حدیث امام ترمذی سے پہلے اھل فن میں متعارف تھی۔ لیکن اُن کی وجہ سے یہ باقاعدہ رائج ہوئی اور وہ پہلے امام ہیں جنہوں نے حدیث کو صحیح حسن اور ضعیف تین قسموں میں تقسیم کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر احادیث جن کو ہم عرف عام میں صحیح احادیث کہتے ہیں وہ حسن کا درجہ رکھتی ہیں بخاری اور مسلم کی بھی بعض احادیث حسن ہیں۔ جہاں تک صحاح ستہ کی دوسری کتب کا تعلق ہے یعنی ترمذی۔ ابن ماجہ اور نسائی، اُن میں ایک کثیر تعداد حسن احادیث کی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ صحیح احادیث کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک

"صحیح لِذَاتِہٖ" اور "صحیح لِغَیْرِہٖ"

صحیح لِذَاتِہٖ وہ حدیث ہے جس کی ذات میں ہی صحیح حدیث کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اور "صحیح لِغَیْرِہٖ" وہ حسن حدیث ہے جس کو دوسری ممد احادیث (تابع اور شاہد احادیث) حسن کے درجہ سے اٹھاکر "صحیح لِغَیْرِہٖ" بنادیتی ہیں۔

○ مَنْ نَصَرَ اَخَاہُ بِظَھْرِ الغَیْبِ۔ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنیَا وَالْآخِرَۃِ۔ (انس۔ بیھقی فی شعب الایمان)

جس نے پیٹھ کے پیچھے اپنے بھائی کی مدد کی۔ اللہ دنیا اور آخرۃ میں اُسکی مدد کرے گا

○ اَلْمُؤْمِنُ یَاْلَفُ وَیُؤْلَفُ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ وَخَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ (جابر بن عبداللہ۔ دار قطنی فی الافراد)

مومن محبت کرتا ہے اور اُس سے محبت کی جاتی ہے۔ اور اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ محبت کرے اور نہ اُس سے محبت کی جائے۔ اور لوگوں میں سب سے بہتر وہ انسان ہے جو لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نافع ہے۔

○ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَضَعُ اللّٰہُ رَحْمَتَہٗ اِلَّا عَلٰی رَحِیْمٍ" قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلُّنَا یَرْحَمُ " قَالَ " لَیْسَ بِرَحْمَۃِ اَحَدِکُمْ صَاحِبَہٗ یَرْحَمُ النَّاسَ کَافَّۃً"۔ (انس۔ مسند ابویعلیٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ سوائے اُس شخص کے جو رحیم ہو کسی کو اپنی رحمت سے نہیں نوازتا (غالباً مراد خاص رحمت سے ہے۔ واللہ اعلم)۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک رحم کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میری مراد) اُس رحمت سے نہیں جو تم اپنے صاحبوں (یعنی۔ اولاد۔ رشتہ و دوستوں وغیرہ) پر کرتے ہو۔ (میری مراد اُس شخص سے ہے) جو تمام بنی نوع انسان پر رحم کرتا ہے (اور اس طرح وہ خدا کی رحمت خاصہ کا مستحق ہو جاتا ہے)

○ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (معاویہؓ۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

جو شخص اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ لوگ اُسکے لئے اُس کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ سے تیار کرلے

○ اِذَا حَدَّثَ رَجُلٌ ثُمَّ الْتَفَتَ فَھِیَ اَمَانَۃٌ۔ (انسؓ۔ مسند ابویعلیٰ)

جب کوئی شخص کوئی بات بتا کر چلا جائے۔ تو (جس یا جن سے اُس نے یہ بات کہی ان کے پاس) یہ امانت ہوتی ہے۔

○ مَنْ سَمِعَ رَجُلاً حَدِيثًا، لَا يَشْتَهِي اَنْ يُّذْكَرَ عَنْهُ فَهُوَ اَمَانَةٌ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَكْتِمْهُ۔

(حضرت ابو درداء۔ مسند احمد　آپ کا نام عُوَیْمِرْ تھا)

جو کسی سے ایسی بات سنے جس کے بارہ میں بات کہنے والا یہ پسند نہیں کرتا کہ اُس کا ذکر کسی اور سے کیا جائے تو وہ امانت ہوتی۔ خواہ بات کرنے والے نے اُس بات کو صیغہ راز میں رکھنے کا نہ بھی کہا ہو۔

○ سُوْءُ الْخُلُقِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ۔ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔　(عبد اللہ بن عمر مسند عبد بن حمید)

بد خلقی عمل کو خراب کر دیتی ہے۔ جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

○ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا۔　(عبد اللہ ابن عمر۔ بخاری ادب المفرد و ترمذی)

مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا۔

○ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلَى اللّٰهِ مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْاَيْدِي۔　(جابر بن عبد اللہ۔ صحیح ابن حبان بیہقی فی شعب الایمان)

اللہ کو سب سے زیادہ وہ کھانا پسند ہے۔ جس کی طرف سب سے زیادہ ہاتھ بڑھتے ہیں یعنی جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں۔

○ اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔　(مسند احمد عن ربیعہ بن عامر ترمذی عن انس)

"يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" کی دعا کو لازم پکڑ لو اس پر ثبات اختیار کرو اور کثرت سے دعا کیا کرو

بقیہ از صفحہ ۴ :-

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب کی قربانی بڑی عظمت اور شان کی حامل ہے۔ آپ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وہ پہلے وجود تھے جنہوں نے راہ مولیٰ میں جان قربان کرنے کی سعادت پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس قربانی کو اپنے دور کی عظیم الشان قربانی قرار دیا۔ نیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ اپریل ۱۹۹۹ء میں ارشاد فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام: "غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا" (الہام ۲۵ نومبر ۱۹۰۴ء۔ تذکرہ صفحہ ۵۲۲) کے آپ ہی مصداق تھے۔

اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان اپنے پیارے امام، موصوف کے والدین محترم صاحبزادہ مرزا مجید احمد سلمہ اللہ و صاحبزادی قدسیہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ اور موصوف کی بیگم صاحبزادی امتہ الناصر نصرت اور بچوں کے ساتھ شریک غم ہیں۔ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عالمگیر جماعت احمدیہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

ہم ہیں سوگواران

اراکین و مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک رؤیا

FRIDAY THE 10TH (جمعہ کی دسویں)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ سے اقتباسات

بار بار پوری ہونے والی رؤیا

مرتبہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

(دوسری و آخری قسط)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے FRIDAY THE 10TH والی رؤیا کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ جون ۱۹۸۵ء میں کراچی میں طوفان اور سرحد میں بمباری کے بارے میں فرمایا:۔

"گذشتہ سال کے آخر پر سفر یورپ کے دوران اللہ تعالیٰ نے کشفی نظارہ دکھایا تھا۔ جس میں جمعہ کے روز ایک ڈائل کی شکل میں "دس" کا ہندسہ چمکتا ہوا اور نبض کی طرح دھڑکتا ہوا دکھایا گیا تھا اور اس پر میں یہ کہہ رہا تھا کہ FRIDAY THE 10TH باوجود اس علم کے کہ یہ "دس" وقت کا ہندسہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تابع زبان پر یہی فقرہ جاری ہوا FRIDAY THE 10TH

طوفان کی کہانی اخبارات کی زبانی

اس کشف کو جماعت کی طرف سے پھیلایا بھی گیا اور اندازے بھی لگائے گئے۔ کئی قسم کے خطوط آئے اور دس مئی جو جمعہ کا روز تھا اس پر جماعت نگاہیں لگائے بیٹھی رہی لیکن اس روز کچھ نہیں ہوا اور اطلاعات کے مطابق بعض علماء نے یہ کہا کہ اب ہم سترہ مئی کو اس کچھ نہ ہونے کا جشن منائینگے۔ لیکن اس کے بعد بھی ایک جمعہ آنے والا تھا جو پاکستان کے لحاظ سے دسویں رمضان المبارک کا جمعہ بنتا تھا اور جیسا کہ بعض دوسرے احباب کو بھی اللہ تعالیٰ نے چاند کی دس کی خبر دی تھی اور مجھے اطلاعیں دے چکے تھے اس لئے ہمیں اس کا انتظار تھا کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ اس تاریخ کو اپنی کیا تجلی دکھاتا ہے۔ چنانچہ دس کی صبح کو جو خبریں آنی شروع ہوئیں تہجد کے وقت سے، اس کے متعلق میں پہلے جماعت کو اطلاع دے چکا ہوں اور گذشتہ کسی خطبے میں میں نے یہ بتایا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا نشان ایک رنگ میں اس

روز پورا ہو گیا۔ لیکن بعد میں آنے والی جو اطلاعیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رنگ والی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ یہ خبر پوری ہوئی اور اس کے اور بھی بہت سے پہلو سامنے آئے ہیں۔ چنانچہ جو اطلاعیں ہمیں ملی تھیں وہ تو احباب جماعت کراچی کی طرف سے اس وقت کی اطلاعیں تھیں لیکن بعد کے اخبارات کے جو تراشے موصول ہوئے ہیں نہ صرف یہ کہ ان سے اس خبر کی غیر معمولی اہمیت واضح ہوتی ہے اور اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا بھی واضح ہوتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو احمدیت کے شدید معاند ہیں ان کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اقرار کروایا کہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں یہ کوئی حادثاتی بات نہیں بلکہ خدا کی طرف سے یہ ایک بڑی بھاری تنبیہہ ہے۔ اور اس کے علاوہ پاکستان کی شمالی سرحد پر بھی ایک واقعہ رونما ہوا جس کو غیر معمولی اہمیت دی گئی اور اسے بھی ایک آنے والے خطرے کے نشان کے طور پر پیش کیا گیا اور یہ واقعہ بھی دس جمعتہ المبارک رمضان شریف ہی کو ہوا۔ چنانچہ جو اخبار کے تراشے آئے ہیں ان میں بڑے بڑے مضامین چھپے ہیں اور اس موضوع پر شہ سرخیاں جمائی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ یہ کوئی بہت ہی غیر معمولی اور نہایت ہی خوفناک واقعہ تھا۔ ”جنگ“ لندن نے خبر اس سرخی کے تابع شائع کی کہ کراچی میں طوفان کے خطرے نے افراتفری مچادی۔ ساحلی علاقوں کے لوگوں کی بڑی تعداد گھروں سے نکل بھاگی۔ ”ڈان“ نے شہ سرخی جمائی ” CYCLONE THREAT “ اور اس پر ایک لمبی خبر شائع کی جو ایک صفحے پر نہیں بلکہ دوسرے صفحہ پر بھی جاری رہی اور اسی طرح ایک مضمون شائع کیا جس کے اوپر یہ عنوان لگا تھا۔

PANIC GRIPS KARACHI

اور ان دونوں مضامین کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے لکھوکھا آدمی متاثر ہوئے تھے اور اپنا سب کچھ گھروں میں ہی اسی طرح چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور تمام ذرائع کو عمل میں لا کر حکومت کو بڑی محنت کے ساتھ ان علاقوں کی نگرانی کروانی پڑی تمام نیوی کی کشتیاں، پولیس کی کشتیاں جو نیول پولیس کی کشتیاں ہیں وہ سارے علاقے میں پھیل گئیں اور پولیس بھی گشت کرنے لگی لیکن اتنی PANIC تھی کہ چور بھی وہاں باقی نہیں رہے وہ بھی بھاگ گئے ورنہ عموماً تھوڑی PANIC کے وقت چوروں کی موجیں ہو جایا کرتی ہیں کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں دیکھا جائے گا۔ بالکل اسی طرح گھر چھوڑ کر لوگ بھاگے ہیں نوکر تک بھی چلے گئے اور کوئی چوری کا واقعہ نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خدا کا خوف بھی دلوں پر طاری تھا اور یہ بھی پتہ چلا کہ کثرت کے ساتھ اذانیں دی جانے لگیں اور ہمارے ملک میں اذان دینا عموماً اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ خطرہ درپیش ہے چنانچہ ایسے موقعہ پر استغفار کے طور پر اذان دی جاتی ہے اور یہ علامت ہوتی ہے استغفار کی اور لوگ سمجھتے ہیں کہ جب اذان دی جائیگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی عذاب مقدر ہے وہ ٹل جائیگا۔

کراچی کا طوفان معاندین کی نظر میں

جماعت احمدیہ کے ایک شدید مخالف پروفیسر عبدالغفور صاحب جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق جنگ لاہور ۲ جون نے یہ سرخی جمائی۔ اللہ تعالیٰ طوفان کا رخ نہ موڑتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا۔ اور اس طوفان پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں یعنی یہ "جنگ" ان کی طرف یہ بات منسوب کرتا ہے کہ انہوں نے لکھا کہ کراچی چھوٹا پاکستان ہے لیکن لبنان اور بیروت بن رہا ہے جو مارشل لاء کے اس دور کا ثمرہ ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ مسلمانوں نے تحریک پاکستان کی اس لئے حمایت کی تھی کہ بھارت میں ان کے جان و مال خطرے میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت میں اب بھی مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ اب پاکستان میں بھی شہریوں کے جان و مال محفوظ نہیں اور یہ وہی صاحب ہیں جن کے نزدیک جماعت احمدیہ کے جان و مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے نہ انسانی نگاہوں میں اور نہ خدا کی نگاہ میں اور جماعت اسلامی کے یہ کارندے بے دھڑک تیاریاں کر رہے ہیں کرتے رہے ہیں اور فسادات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں چنانچہ ۷۴ء کے فسادات میں تو تمام قصبات میں احرار کے علاوہ جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ جماعت اسلامی کے کارندوں نے ادا کیا ہے اور اب جب خدا کی پکڑ کو اپنے سامنے دیکھا تو اس وقت ان کو خیال آیا کہ پاکستان میں لوگوں کے جان و مال محفوظ نہیں ہیں۔ یہ اللہ کی تقدیر ہی بتائیگی کہ خدا کی پکڑ کس کے جان و مال کو خطرہ لاحق ہونے کے نتیجہ میں آتی ہے۔ جو عام دستور چل رہا ہے پاکستان میں وہ تو سالہا سال سے اسی طرح چل رہا ہے انکو تو خدا نے یہ خبر نہیں دی کہ دسویں رمضان جمعہ کے روز کوئی واقعہ ہونے والا ہے۔ جن کے جان و مال کی خدا کو قدر تھی جن کے جان و مال پر خدا کے پیار کی نظر تھی ان کے امام کو بتایا ہے کہ دسویں تاریخ جمعہ کو ایک بہت بڑا خطرہ یا نشان ظاہر ہونے والا ہے جو تجلّی کے رنگ میں ہوگا کیونکہ وہ چمکتا ہوا ہندسہ تھا جو بار بار دل کی طرح دھڑک رہا تھا۔

ایک اور شدید معاند اخبار "لولاک" (احراری اخبار) جو جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے وقف ہے وہ بھی لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ چنانچہ اس نے یہ ادارتی سرخی جمائی "خدائی وارننگ"۔ یہ بھی ایک تصرف الٰہی ہے کہ جماعت کے جان و مال اور عزت و آبرو کی بہت بڑی دشمن جماعتیں ایک جماعت اسلامی اور ایک جماعت احرار ان دونوں کے منہ سے خدا نے یہ اقرار کروا دیا کہ دس تاریخ کا یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ ایک غیر معمولی نشان ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وارننگ ہے۔ پھر مدیر لولاک اپنے اداریہ میں مزید لکھتے ہیں "ہمیں بار بار سوچنا چاہئے کہ ہم کہاں اور کیسے خدائے بزرگ و برتر کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اہل کراچی کو آپس کی سر پھٹول اور باہمی مخاصمت چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالانا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا عہد کرنا چاہئے۔ وہ خوش قسمت ہیں کہ ایک بڑی آزمائش سے بچ گئے یہ سمندری طوفان

درحقیقت ان کے لئے خدائی وارننگ ہے ان کے لئے ہی نہیں تمہارے لئے بھی خدائی وارننگ ہے بلکہ تمہارے لئے زیادہ ہے کیونکہ یہ تمہاری ہی سکھائی ہوئی تدبیریں ہیں جن کو بروئے کار لاکر پاکستان میں خدا کے نام پر مظالم توڑے جارہے ہیں اور وہ لوگ جن کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے کہا ربنا اللہ ہمارا رب ہے تم ہمارے رب نہیں ان کو اس قصور کے نتیجہ میں طرح طرح کی سزائیں دی جارہی ہیں۔ پس وہ لوگ جو ان حرکتوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور ظلم و سفاکی کے علمبردار ہیں ان کے لئے وارننگ ہے۔

شمالی سرحد پر خطرات کے خوفناک بادل

یہ تو پاکستان کے جنوب میں رونما ہونے والا ایک نشان تھا اب شمال کی خبر سنیئے۔ وہاں کی اطلاع کے مطابق جو اخبارات میں بڑی بڑی سرخیوں کے طور پر شائع ہوئیں اور پھر اس کے ساتھ مضامین بھی آئے۔ ۳۱ مئی بروز جمعہ دس رمضان المبارک کو افغانستان کے مگ ایکس ہوائی جہازوں نے چترال میں دروش کے مقام پر جو چترال کا دوسرا بڑا شہر ہے ایک بھرپور حملہ کیا۔ اسمبلیوں اور اخباروں میں خوب شور اور غوغا اور نالہ و فریاد کی گئی۔ صوبہ سرحد کے اخباروں نے شہ سرخیاں جمائیں۔ وہاں کے گورنر اور وزیر اعلیٰ موقع پر پہنچے یعنی یہ کوئی عام معمولی بمباری کا واقعہ نہیں تھا بلکہ قومی سطح کی اہمیت کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اور اس کے بعد صدر ضیاء الحق صاحب خود وہاں پہنچے اور وہاں جاکر انہوں نے جو بیان دیا ہے وہ شائع ہو چکا ہے اخباروں میں' چنانچہ صدر ضیاء الحق صاحب بھی' یہ آپ جانتے ہیں جماعت کے کوئی ہمدردوں میں سے نہیں ہیں حکومت کی سطح پر جو شرارت کروانے والے لوگ ہیں ان کو بھی خدا نے نشان دکھایا اور ان سے اقرار کروایا کہ ۳۱ مئی جو دس رمضان کا جمعہ ہے یہ ان کے لئے تنبیہہ کے طور پر آیا ہے اور وہ اس کو نظرانداز نہ کریں انگلستان کی ٹیلی ویژن جو I. T. V. کہلاتی ہے اس نے بھی ایک خاص رنگ میں اس خبر کو دکھایا جنرل ضیاء الحق صاحب کی تصویر بھی دکھائی اور یہ اعلان کیا کہ پاکستان کے باڈر کے نزدیک روس نے بمباری کی ہے جو غالباً افغانستان اور پاکستان کی سرحد کے قریب تھی یہ کہنے کے بعد نیوز کاسٹر نے یہ فقرہ بولا

GENERAL ZIA OF PAKISTAN FLEW HIMSELF TO EXAMINE THE BOMLEED AREA AND IT WAS ACROSS ON THE FRIDAY 31ST THE MAY.

اب یہ کہنا IT WAS ON FRIDAY 31ST THE MAY یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے نمایاں طور پر نکلوایا اور اس دن کو غیر معمولی اہمیت دی گئی۔

نشانات کا مذاق اڑانا مخالفین کا پرانا وطیرہ ہے

پس جہاں تک احباب جماعت کا تعلق ہے وہ تو پہلے ہی انتظار میں لگے ہوئے دیکھ رہے تھے اور ان کا دل

چاہتا تھا کہ کچھ ظاہر ہو کیونکہ وہ اپنے جن دوستوں میں تشہیر کر چکے ہیں ان سے کہہ سکیں کہ دیکھو یہ خدا کی طرف سے ایک نشان تھا جو ظاہر ہو گیا اس لئے دشمن کہہ سکتا ہے کہ یہ ان کی خوش فہمیاں تھیں WISH FUL THINKING تھی چاہتے تھے کہ کچھ ہو جائے کچھ ہوا اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہو گیا ہو گیا لیکن ضیاء الحق صاحب تو نہیں چاہتے تھے کہ کچھ ہو جائے۔ لولاک کے مدیر تو نہیں چاہتے تھے کہ کچھ ہو جائے جماعت اسلامی کے سربراہ تو نہیں چاہتے تھے کہ کچھ ہو جائے ان کی نگاہیں خدا نے دس مئی تک ہی مرکوز رکھیں اور وہ بھول ہی گئے کہ دس رمضان کا بھی ایک جمعہ آنے والا ہے۔ اگر ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات آجاتی کہ جماعت احمدیہ اسے خدا تعالیٰ کے ایک نشان کے طور پر پیش کر سکے گی تو شاید قیامت بھی ٹوٹ پڑتی تو منہ سے کچھ نہ بولتے یا اپنے قلم سے کچھ نہ لکھتے۔ تو یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح نشان تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے نتیجہ میں پورا ہوا۔

FRIDAY THE 10TH حضور نے ۱۰ مئی ۱۹۸۶ء کو خطبہ جمعہ کے دوران درج ذیل عظیم الشان رؤیا بیان فرمائی:۔

"جمعہ اور خوشخبریوں کی باتیں ہو رہی تھیں اس ضمن میں مجھے یاد آیا کہ یہ جمعہ اتفاق سے ایسا ہے کہ دس تاریخ کو ہو رہا ہے۔ یعنی آج مئی کی دس تاریخ ہے اور جمعہ بھی ہے اور جب میں یورپ کے سفر پر تھا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کشفی نظارہ دکھایا تھا کہ سامنے ایک گھڑی ہے جس پر صرف دس کا عدد بہت نمایاں اور روشن ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے اور جس روز یہ نظارہ دیکھا وہ بھی (اب مجھے EXACT یاد نہیں) جمعہ کا دن تھا یا ایک دن پہلے کی بات ہے مگر بہرحال میری زبان پر یہ جاری ہوا FRIDAY THE 10TH اس سے مراد بظاہر تو تاریخ لگتی ہے اور گھڑی پر تاریخ تو نہیں لکھی گئی بلکہ وہ تو گیارہ سے پہلے دس کا جو مقام ہوتا ہے عین اس مقام پر دس کا عدد روشن ہے جو تاریخ کے طور پر نہیں بلکہ وقت کے طور پر ہے لیکن میں کہہ رہا ہوں اس پر اختیار نہیں تھا۔ یعنی باوجود اس کے کہ ذہن اس حد تک کام کر رہا تھا۔ کہ اس وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ گھڑی کا ہندسہ ہے تاریخ نہیں ہے لیکن منہ پر جو الفاظ جاری تھے ان پر کوئی اختیار نہیں تھا اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ FRIDAY THE 10TH اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ جماعت کے لئے بہت بڑی خوشخبری عطا کی جا رہی ہے۔"

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۵)

خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعت احمدیہ کو اس عالمی انقلاب کی طرف لے جا رہی ہے۔ نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا جماعت پر ترقیات کے عظیم الشان دروازے کھولنا چاہتا ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے

بروز جمعہ المبارک ۱۰۔ اپریل ۱۹۸۷ء کو اپنی رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

”جمعرات کا سورج غروب ہونے کے بعد ایک بہت بڑے مسلمان راہنما جن کا کروڑوں مسلمان احترام کرتے ہیں اور وہ کئی زبانوں کے ماہر ہیں ان سے ملاقات ہوئی جن پر جماعت کا علم ہونے پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور محبت کے واضح آثار ان میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں آنے کا موقع دیا۔ دوسرا بڑا معنی خیز فقرہ انہوں نے کہا جس سے مجھے امید ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ ایک لمبے عرصے سے میں دینی تاریخ کا مطالعہ کر رہا تھا اور میں نے ہر طرف نظر دوڑائی اور خوب چھان پھٹک کی۔ خوب تلاش کی لیکن جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے ملی نہیں۔ آج وہ مجھے مل گئی ہے اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہی وہ خوش خبری تھی جو خدا تعالیٰ نے پیر کے دن میرے دل میں ڈالی کہ FRIDAY THE 10TH کی پیش خبریوں کی رو سے خدا تعالیٰ احمدیت کی ترقی کے لئے انشاء اللہ دروازے کھولے گا۔ تو جماعت کو میں خوش خبریوں میں اس لئے شامل کر رہا ہوں کہ تکلیف دہ خبریں تو آپ دیر سے سنتے چلے آ رہے ہیں اور دکھ کی خبروں پر تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہی ہے۔ لیکن طمع کے ساتھ بھی تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ حمد و شکر سے دل بھرنا چاہئے تو اس لئے ایسی خبریں بھی بتانی چاہئیں۔ جن سے غمِ اغیار کا جھگڑا کٹ جائے۔ اور دل حمد کی طرف مائل ہو جائیں اور حمد و ثنا کے ساتھ دعائیں نکلیں اس لئے اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے دعائیں کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعت احمدیہ کو اس عالمی انقلاب کی طرف لے جا رہی ہے جس کا لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے مگر خدا کی تقدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا جماعت پر ترقیات کے عظیم الشان دروازے کھولنا چاہتا ہے اس لئے حمد و ثنا کا جمعہ ہے۔ آج بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک مسلمان لیڈر سے ملاقات ہے اس کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بہتری کے سامان پیدا فرمائے۔ آمین“

(ضمیمہ ماہنامہ مصباح ماہ اپریل ۱۹۸۷ء صفحہ ۵)

دیوار برلن کے گرائے جانے کا واقعہ

جرمنی دو حصوں مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی میں منقسم تھا مشرقی جرمنی روس کے تحت تھا اور اشتراکی نظام معیشت سے منسلک تھا۔ ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کو دنیا کی نظر نے یہ انقلاب اپنی آنکھوں کے سامنے برپا ہوتے دیکھا کہ دونوں ملکوں کے عوام نے جو ایک ہی قوم کے افراد تھے جن کو جبر اور مصنوعی تقسیم کے تحت الگ الگ کر دیا گیا۔ آناً فاناً وہ مضبوط دیوار جو دو نظریات کو واضح کرتی تھی، عوام نے گرا دیا اور جرمنی کے دونوں حصے متحد ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی عجیب

قدرت سے یہ واقعہ بھی جمعتہ المبارک ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۰ ہجری کی تاریخ تھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"گذشتہ سال ایک خطبے میں میں نے دیوار برلن کے گرنے کا ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس صدی کے اہم ترین واقعات میں سے ایک یہ واقعہ ہے اور بلاشبہ سال ۱۹۸۹ء میں ہونے والے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم یہ واقعہ تھا۔ چنانچہ تمام دنیا کے اخبارات میں اس روز یعنی دوسرے روز جب یہ واقعہ ہوا ہے رات کو واقعہ ہوا صبح دوسرے دن یہی شہ سرخیاں لگیں اور سب سے زیادہ اہم اس بات کو قرار دیا گیا کہ دیوار برلن گر گئی ہے ......

جس دن یہ دیوار گرائی گئی ہے سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور اگلے دن کی رات چڑھ چکی تھی۔ اسلامی حساب سے گویا دن کی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ختم تھی اور ایک نئے دن کی رات طلوع ہوئی تھی جہاں تک انگریزی کیلنڈر کا تعلق ہے نیا دن رات کے بارہ بجے شروع ہوا۔ اور پھر وہ اگلے دن رات کے بارہ بجے تک جاری رہا قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ ۱۰ تاریخ (یہ ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء اور ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ کی تاریخ تھی۔ ناقل) اور جمعہ کا دن تھا اور جتنے اخبارات میں دنیا میں یہ خبریں شائع ہوئیں ان پر فرائیڈے دی ٹینتھ FRIDAY THE 10TH کا عنوان لگا ہوا تھا۔ ڈیٹ لائن اس کی یہ بنتی تھی اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرائڈے ہے جب سے ...... کشفاً مجھے یہ واقعہ دکھایا تھا۔ پہلا فرائیڈے ہے جو اسلامی مہینے کے لحاظ سے بھی اور انگریزی مہینے کے لحاظ سے بھی فرائیڈے دی ٹینتھ FRIDAY THE 10TH کہلا سکتا ہے اور پوری طرح یہ دونوں تاریخیں ایک دوسرے کے ساتھ منطبق ہو گئی تھیں تو اول تو انگریزی تاریخوں کا اسلامی تاریخوں کے ساتھ منطبق ہو جانا یہ کم کم ہوتا ہے اور پھر یہ اس پر مزید اضافہ کہ وہ صرف تاریخوں کا انطباق نہیں تھا۔ بلکہ جمعہ کے دن یہ انطباق ہوا۔ اور اسی دن یہ حیرت انگیز واقعہ بھی رونما ہوا"

(روزنامہ الفضل ۸ مئی ۱۹۹۰ء صفحہ۱)

بھارتیہ جنتا پارٹی کی کامیابی

بھارتیہ جنتا پارٹی کی کامیابی کے اثرات ہندوستان تک محدود نہیں رہیں گے لازماً اس کا اثر گردو پیش کے ممالک پر بھی پڑے گا۔

۱۰ مئی ۱۹۹۶ء بروز جمعتہ المبارک حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنتا پارٹی کی کامیابی کے ضمن میں ہندوستان اور دیگر ممالک پر پڑنے والے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"گذشتہ خطبہ اور اس جمعہ کے دوران مختلف جگہوں سے ایسے خطوط آنے شروع ہوئے کہ جو واقعۃً جمعہ ہے وہ FRIDAY THE 10TH ہے یعنی مئی کی دس تاریخ ہو گی اور جمعہ ہو گا اس لئے

FRIDAY THE 10TH کے حوالے سے دیکھیں کیا ہوتا ہے اور زیادہ تر رجحان اس طرف تھا کہ میں اس کو اس جمعہ کا موضوع بناؤں اور جہاں تک گردو پیش نظر ڈالنے کا تعلق ہے مجھے کوئی ایسی نئی بات دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جس کو FRIDAY THE 10TH کی اہمیت کے ساتھ باندھ کر میں پیش کر سکوں۔ اس لئے کوئی ارادہ بھی نہیں تھا کہ اس پر گفتگو کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون پہلے بار بار روشن کیا بارہا ایسے جمعے آئے ہیں جو دسویں جمعہ تھے اور خدا تعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دکھائے اور انذار بھی جاری فرمائے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ قیامت تک اب FRIDAY THE 10TH کا کشف جو ہے وہ ضرور اس جمعہ کو ہمیشہ اسی طرح پورا ہوتا رہے بعض اوقات ایک خوشخبری آتی ہے یا انذار جو ایک دفعہ دو دفعہ تین دفعہ پورا ہوا یا پھر وقفے کے بعد لمبے انتظار کے بعد ایک دفعہ پھر بھی پورا ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود...... کے کئی ایسے الہامات ہیں جو یہ رنگ رکھتے ہیں۔ اس لئے اول تو جماعت کا یہ خیال کر لینا کہ گویا کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے کشفاً FRIDAY THE 10TH کو دکھایا اور بار بار چمکتے ہوئے دکھایا اس لئے ضرور ہر FRIDAY THE 10TH کو کوئی نشان ہو گا۔ یہ درست نہیں ہے۔

ایک اور پہلو بھی ہے کہ سب سے پہلا FRIDAY THE 10TH جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جانے والے اس کشف کے بعد آیا تھا۔ اس میں دو بڑے نمایاں انذاری نشان تھے اور بسا اوقات انذار کے ساتھ تبشیر بھی وابستہ ہوتی ہے۔ بشارتیں بھی وابستہ ہوتی ہیں اور اس وقت میں نے اس مضمون پر روشنی ڈالی تھی۔ کہ انذار کی کوکھ سے بھی بسا اوقات بشارتیں جنم لیا کرتی ہیں اور اس پہلو سے انذار محض کوئی ڈرا کر جان نکالنے والا مضمون نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر انذار سے فائدہ اٹھاؤ گے تو بہت سے نقصانات سے بچ سکو گے اور اگر باز نہیں آؤ گے تو جن کے لئے یہ انذار کا نشان ہے وہ تو مٹا دیئے جائیں گے مگر جن کے حق میں یہ نشان ہے ان کو بشارتیں عطا ہوں گی۔ اب دیکھیں حضرت نوحؑ کا جو سیلاب کا واقعہ ہے یہ بھی تو ایک انذاری نشان تھا۔ مگر ایک انذاری نشان جس نے ایک طرف تو ایک قوم کی صف لپیٹ دی۔ دوسری طرف آنے والی سب قوموں کا باپ نوحؑ کو بنا دیا اور دور دراز تک بہت وسیع علاقوں میں حضرت نوحؑ کے فیض کو جاری فرمایا۔ یہاں تک کہ چین میں بھی حضرت نوحؑ کی طرح کے ایک بزرگ کا ذکر ملتا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے سیلاب کا نشان دیا تھا۔ اور ہندوستان میں بھی ایسے ایک سیلاب کا ذکر ملتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انذار جتنا بڑا ہو اس کے ساتھ تبشیر بھی اتنی ہی بڑی وابستہ ہوا کرتی ہے۔

آج میں نے کیوں یہ مضمون چھیڑا ہے جبکہ میں نے بیان کیا کہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ آج کی خبروں میں ہندوستان میں رونما ہونے والے بعض واقعات جب صبح میں نے دیکھے تو معاً میری توجہ اس پہلو پر گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت "داعی الی اللہ"

ابتلاؤں اور مصائب میں صبر و استقلال

تحریر: مکرم اشفاق حسین صاحب۔ ماڈل کالونی کراچی

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم داعی الی اللہ تھے جن کا بنیادی مقصد ایک حقیقی معبود اور مقصود و مطلوب کی طرف بلانا تھا اور اس کی محبت کے جام پلا کر اس کا حقیقی عبد بنانا تھا۔ آپؐ داعی الی اللہ کی حیثیت سے وہ آفتاب صداقت تھے جس کے نور سے بلا تفریق و امتیاز قوم و نسل، امیر و غریب اور مشرقی و غربی کے ہر انسان متمتع ہوا۔ آپ کو سراج منیر قرار دیا گیا یعنی جس طور سورج کے فیضان اس کائنات کے ادنیٰ و اعلیٰ پر جاری ہیں وہی حیثیت اس "سراج منیر" حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اس تناظر میں آپ کے مقام داعی الی اللہ کو ایک خاص عظمت حاصل ہے۔

قرآن کریم نے آپؐ کی دعوت الی اللہ کو بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل:۱۲۶) کے مطابق قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے بنی نوع انسان کے سامنے نہایت حکمت، اچھی نصیحت اور نہایت عمدہ اور احسن رنگ میں پیش کیا۔ اس طرح آپ کی حسین سیرت اور تاریک راتوں کی مضطر دعاؤں سے عظیم الشان انقلاب رونما ہوا۔

دعوت الی اللہ کی اس مہم میں شدید مخالفت اور مزاحمت ہوئی۔ مگر اس کے باوجود آپ اس فریضہ کو مستقل مزاجی سے ادا کرتے رہے۔ قوم نے آپ کی پیار بھری انتہائی ہمدردانہ آواز کو نہ سنا اور نہ قبول کیا بلکہ طرح طرح سے آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو دکھ دیا جانے لگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود...... نے اس مخالفت کا نقشہ یوں پیش فرمایا ہے:۔

> "آپؐ کے گھر میں ارد گرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے جب آپ نماز پڑھتے تو آپؐ کے اُوپر گرد و غبار ڈالی جاتی۔ حتّٰی کہ مجبور ہو کر آپ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی۔ مگر یہ مظالم بیکار نہ جا رہے تھے۔ شریف الطبع لوگ اُن کو دیکھتے اور اسلام کی طرف اُن کے دل کھچے چلے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو جہل آپ کا سب سے

بڑا دشمن اور مکہ کا سردار وہاں سے گذرا اور اُس نے آپ کو بے نقط گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ اُس کی گالیاں سنتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے" (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مخالفت کے مقابل آپ کے صبر و استقامت کا جو اثر ظاہر ہوا اسے بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی....... فرماتے ہیں:

"آپ کے خاندان کی ایک لونڈی دیکھ رہی تھی، شام کے وقت آپ کے چچا حمزہؓ جو ایک نہایت ہی دلیر اور بہادر آدمی تھے اور جن کی بہادری کی وجہ سے شہر کے لوگ اُن سے خائف تھے، شکار کھیل کر جنگل سے واپس آئے اور کندھے کے ساتھ کمان لٹکائے ہوئے نہایت ہی تبختر کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ لونڈی کا دل صبح کے نظارہ سے بے حد متاثر تھا وہ حمزہؓ کو اِس شکل میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور اُنہیں طعنہ دیکر کہا۔ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو ہر وقت اسلحہ سے مسلح رہتے ہو۔ مگر کیا تمہیں معلوم ہے کہ صبح ابو جہل نے تمہارے بھتیجے سے کیا کیا۔ حمزہؓ نے پوچھا کیا کیا؟ اُس نے وہ واقعہ حمزہؓ کے سامنے بیان کیا۔ حمزہ گو مسلمان نہ تھے مگر دل کے شریف تھے۔ اسلام کی باتیں تو سنی ہوئی تھیں اور یقیناً اُن کے دل پر اُن کا اثر ہو چکا تھا۔ مگر اپنی آزاد زندگی کی وجہ سے سنجیدگی کے ساتھ اُن پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا، لیکن اس واقعہ کو سن کر اُن کی رگِ حمیت جوش میں آگئی۔ آنکھوں پر سے غفلت کا پردہ دور ہو گیا۔ اور اُنہیں یوں معلوم ہوا کہ ایک قیمتی چیز ہاتھوں سے نکلی چلی جا رہی ہے۔ اُسی وقت گھر سے باہر آئے اور خانہ کعبہ کی طرف گئے جو رؤسا کے مشورے کا مخصوص مقام تھا۔ اپنی کمان کندھے سے اُتاری اور زور سے ابو جہل کو ماری اور کہا سنو! میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔ تم نے صبح اُسے بلاوجہ گالیاں دیں اِسی لیے کہ وہ آگے سے جواب نہیں دیتا۔ اگر بہادر ہو تو اب میری مار کا جواب دو۔ یہ واقعہ ایسا اچانک ہوا کہ ابو جہل بھی گھبرا گیا۔ اس کے ساتھی حمزہؓ سے لڑنے کو اُٹھے۔ لیکن حمزہؓ کی بہادری کا خیال کر کے اور اُن کے قوی جتھا پر نظر کر کے ابو جہل نے خیال کیا کہ اگر لڑائی شروع ہو گئی تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلے گا۔ اِس لئے مصلحت سے کام لیتے ہوئے اُس نے اپنے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ چلو جانے دو میں نے واقعہ میں اِس کے بھتیجے کو بہت بری طرح گالیاں دی تھیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت و تبلیغ کو روکنے کے لئے کئی حربے استعمال کئے گئے۔ کفار مکہ نے ایک بہت بڑی پیشکش کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت اعلیٰ درجہ کے استقلال کا مظاہرہ کیا حضرت خلیفتہ المسیح الثانی .... نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"...... ایک دن مکہ کے سردار جمع ہو کر آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ آپ ہمارے رئیس ہیں اور آپ کی خاطر ہم نے آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ نہیں کہا۔ اب وقت آگیا ہے کہ آپ کے ساتھ ہم آخری فیصلہ کریں۔ یا تو آپ اُسے سمجھائیں اور اُس سے پوچھیں کہ آخر وہ ہم سے چاہتا کیا ہے۔ اگر اُس کی خواہش عزت حاصل کرنے کی ہے تو ہم اُسے اپنا سردار بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر دولت کا خواہش مند ہے تو ہم میں سے ہر شخص اپنے مال کا کچھ حصہ اُس کو دینے کے لیے تیار ہے۔ اگر اُسے شادی کی خواہش ہے تو مکہ کی ہر لڑکی جو اُسے پسند ہو اس کا نام لے ہم اُس سے اُس کا بیاہ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اس کے بدلہ میں اُس سے کچھ نہیں چاہتے اور کسی بات سے نہیں روکتے۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دے' وہ بیشک کہے خدا ایک ہے مگر یہ نہ کہے کہ ہمارے بت برے ہیں۔ اگر وہ اتنی بات مان لے تو ہماری اُس کی صلح ہو جائے گی۔ آپ اُسے سمجھائیں اور ہماری تجویز کے قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ ورنہ پھر دو باتوں میں سے ایک ہو گی یا آپ کو اپنا بھتیجا چھوڑنا پڑیگا۔ یا آپ کی قوم آپ کی ریاست سے انکار کر کے آپ کو چھوڑ دے گی .... یہ بات سن کر ابو طالب بیتاب ہو گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا اے میرے بھتیجے! میری قوم میرے پاس آئی ہے اور اُس نے مجھے یہ پیغام دیا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر تمہارا بھتیجا اِن باتوں میں سے کسی ایک بات پر بھی راضی نہ ہو' تو پھر ہماری طرف سے ہر ایک قسم کی قربانی کی پیشکش ہو چکی ہے اگر وہ اس پر بھی اپنے طریقہ سے باز نہیں آتا تو آپ کا کام ہے کہ اُسے چھوڑ دیں اور اگر آپ اُسے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں تو پھر ہم لوگ آپ کی ریاست سے انکار کر کے آپ کو چھوڑ دیں گے۔ جب ابو طالب نے یہ بات کی تو اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُن کے آنسوؤں کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا اے میرے چچا! میں یہ نہیں کہتا کہ

آپ اپنی قوم کو چھوڑ دیں اور میرا ساتھ دیں۔ آپ بیشک میرا ساتھ چھوڑ دیں اور اپنی قوم کے ساتھ مل جائیں لیکن مجھے خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم ہے کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لا کر کھڑا کر دیں تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے کام میں لگا رہوں گا جب تک خدا مجھے موت دے۔ آپ اپنی مصلحت خود سوچ لیں۔" (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

اِس دور پر تبصرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام سے افضل کو قوم نے تسلیم نہ کیا اور مخالفت کے لئے تیار ہو گئے۔ مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آئے دن قتل کے منصوبے ہونے لگے...... قوم کی طرف سے تکالیف اور ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی تھی ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال صبر کے ساتھ اِن تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور تبلیغ میں سست نہ ہوتے تھے بلکہ قدم آگے ہی پڑتا تھا۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۵۳ جدید ایڈیشن)

نیز فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ ہوئے جب تک پورے کامیاب نہیں ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۸۲ جدید ایڈیشن)

یہ ہے داعی الی اللہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اسوہ حسنہ جسے اب آپؐ ہی کے مشن کی تکمیل کے لئے قائم جماعت، جماعت احمدیہ کے تمام افراد کو ہمیشہ اسے پیش نظر رکھنا اور اپنانا، نہ صرف باعث برکت، خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بلکہ کامیابی کے لئے بھی از حد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" کے خطاب سے بھی نواز کر آپؐ کی فوقیت قائم فرمادی ہے۔ غور فرمائیے! وہ داعی الی اللہ جس کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے، اُسے یقیناً ایک "روشن کرنے والا چراغ" بھی ہونا چاہئے تھا۔ تا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ، دعوۃ الی اللہ کا مفوضہ عظیم مشن بھی تا قیامت جاری رکھتے۔ اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"اس جگہ آپؐ کا نام "چراغ" رکھنے میں ایک اور باریک حکمت یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور اِس میں کوئی نقص بھی نہیں آتا...... اِس سے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کرنے سے ہزاروں لاکھوں انسان اِس مرتبہ پر پہنچیں گے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۶۵ جدید ایڈیشن)

آنحضرتؐ سے سب سے اول تو آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے روشنی حاصل کی اور اسلام کے نور سے اپنے ماحول کو روشن کرنے کا فریضہ بحسن و خوبی سرانجام دیتے چلے گئے۔ جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ الذاریات میں بھی کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..... آیت اِنَّمَاتُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۔ (آیت ۶) کے تفسیری نوٹ میں فرماتے ہیں:۔

"اِن آیات میں صحابہؓ کو یا اُن کی تبلیغی جدوجہد کو ہواؤں سے مشابہت دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ صحابہؓ یا اُن کی تبلیغی جدوجہد، قرآن مجید کے پانی کو چاروں طرف اڑا کر لے جائے گی۔ اور اُن کی تبلیغی جدوجہد روز بروز مضبوط ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ ان کا اٹھایا ہوا تبلیغی بادل، پانی سے بھر جائے گا۔ اور پھر وہ لوگوں کے دل پر اسلام کا اس طرح سکہ جمالیں گے کہ اُن کی تبلیغی جدوجہد آسانی سے پھیلنی شروع ہو جائے گی۔ اور کفر اپنے مقابلہ میں کمزور پڑ جائے گا۔ چنانچہ اِس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اِسلام کو دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلا دیں گے۔ اور آخر اسلام غالب آ جائے گا۔ اور جس کامیابی کی خبر تم کو دی جا رہی ہے وہ پوری ہو جائے گی۔" (تفسیر صغیر حاشیہ ۶۹۲)

آج دنیا کا ایک بڑا حصہ قرآنی انوار سے بے خبر اور دین حق کی خوبیوں سے نا آشنا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو شناخت نہیں کر پائی۔ لہذا آج ہر داعی الی اللہ کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے انہیں دین حق سے وابستہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعوت الی اللہ کے فریضہ کو کماحقہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ از صفحہ 19 :۔

کہ یہ ایک بہت بڑا انذاری نشان ہے۔ جو مسلمانوں کو ہوش دلانے کے لئے اور اپنے اعمال کو درست کرنے کے لئے دکھایا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں ایک پارٹی جس کا نام بھارتیہ جنتا پارٹی ہے ابھی حالیہ انتخاب جو ہوئے ہیں۔ آج صبح اخبارات میں جو ان کے نتائج میں نے دیکھے تو اس وقت میری توجہ اچانک اس طرف مبذول ہوئی کہ آج کے دن یہ بھی ایک انذاری نشان کا رنگ رکھنے والا واقعہ ہے کبھی بھی بھارت میں ایسے نہیں ہوا تھا کہ تشدد پرست یعنی لوگوں کی نظر میں تشدد پرست اور اپنے آپ کو وہ کہتے ہیں تشدد سے پاک ہیں۔ ایک خالصتاً مذہبی جماعت جو ہندو مت کے نام پر ابھری ہو اسے اکیلی کو باقی سب جماعتوں پر اکیلے اکیلے اگر مقابلہ کیا جائے تو اکثریت حاصل ہو گئی ہے یعنی ہندو جنتا پارٹی کو بحیثیت پارٹی ہندوستان میں سب سے زیادہ ووٹ ملے ہیں۔ اور کانگرس بھی پیچھے رہ گئی ہے اور نیشنل پارٹی بھی پیچھے رہ گئی ہے اور آزاد ممبران اور متفرق چھوٹی چھوٹی پارٹیاں بھی پیچھے رہ گئی ہیں۔

یہ ایک بہت اہم واقعہ ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور اس کے اثرات ہندوستان تک محدود نہیں رہیں گے لازماً اس کا اثر گردو پیش کے ممالک پر بھی پڑے گا اور خصوصیت سے پاکستان اور کشمیر پر یہ بات اثر انداز ہو گی۔ اور کچھ تعلقات کے دائرے بدلیں گے۔ کچھ ایسے واقعات رونما ہوں گے۔ جن کے نتیجہ میں ہو سکتا ہے دونوں طرف اللہ تعالیٰ عقل و فہم عطا کرے اور اپنے مذہبی جنون کو مناسب حد اعتدال تک لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ وہ پہلو ہیں جو انذار کے اندر تبشیر کے نکل سکتے ہیں مگر کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے"

(فرمودہ ۱۰ مئی ۱۹۹۶ء الفضل انٹرنیشنل ۲۸ جون تا ۶ جولائی ۱۹۹۶ء صفحہ ۵)

اک چاند سی صورت کی ہر حال میں یاد آئی

(بیاد سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفتہ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

ہو رونقِ محفل یا ہو عالمِ تنہائی
اک چاند سی صورت کی ہر حال میں یاد آئی

اپنے ہوں کہ بیگانے فرزانے یا دیوانے
تا زیست نہ بھولیں گے وہ انجمن آرائی

اُس صبر کے کیا کہنے جو کوہ شکن ٹھہرا
اللہ رہے وہ ہمت وہ شانِ شکیبائی

اک موج تبسم کا مسکن رخِ انور تھا
جس نے بھی اُسے دیکھا وہ بن گیا شیدائی

اک پیکرِ الفت تھا شفقت کا سمندر تھا
ناقابل پیمائش تھی وسعت و گہرائی

احباب کے جھرمٹ میں اک ابنِ مسیحا تھا
حاصل تھا مریضوں کو اک دستِ مسیحائی

ہم نے دمِ رخصت بھی دیکھا رخِ انور کو
شبیرؔ نہ بھولے گا وہ حسن، وہ رعنائی

چوہدری شبیر احمد

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ؑ کے انعامی چیلنج

مرتبہ: جاوید احمد جاوید مربی سلسلہ احمدیہ

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

(۲)

عیسائیوں کے مقابل پر اگر خدائی فیصلہ میرے حق میں نہ ہو تو

دس ہزار روپیہ انعام

"...... یہ روز افزوں کے جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں۔ ویسے ہی کینے بھی ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں۔ سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے۔ اگر پادری صاحبان قبول کر لیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس بحث کا جو حد سے بڑھ گئی ہے۔ خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔

اول مجھے یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لئے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے۔ اور میری دلی مراد ہے۔ کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہونگی۔ عیسائیوں کو دیدوں گا۔ اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہو گی۔ علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا۔ کہ عیسائی فتح یاب ہوئے۔ اور میں مغلوب ہوا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہو گی۔ لفظاً نہ معناً۔

اور ربانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہو گا۔ کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں۔ ☆ میدان مقابلہ کے لئے جو تراضی طرفین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے جو شخص در حقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے۔ خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے۔ جو اپنی غیرت کے رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا۔ نمرود پر کیا۔ اور نوحؑ کی قوم پر کیا۔ اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بد دعا ہے۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کے لئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔

☆ نوٹ: ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہئے۔ اول ڈاکٹر مارٹن کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران"

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۳۹-۴۱)

○

یسوع کے نشان میرے نشانوں سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کرنے پر ایک ہزار روپیہ انعام

"میں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں۔ میرے نشانوں اور فوق العادت خوارق سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں۔ تو میں ان کو ایک ہزار روپیہ بطور انعام دونگا۔ میں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں۔ کہ اس میں تخلف نہیں ہو گا۔ میں ایسے ثالث کے پاس روپیہ جمع کرا سکتا ہوں۔ جس پر فریقین کا اطمینان ہو۔ اس فیصلہ کے لئے غیر منصف ٹھہرائے جائینگے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔ ۲۸ جنوری ۱۸۹۷ء"

(اشتہار آخری ٹائٹل سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ صفحہ آخر)

○

سورۃ فاتحہ کے مقابل پر توراۃ اور انجیل میں خواص الوہیت ظاہر کرنے پر

پانسو روپیہ انعام

"سو توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورت کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں۔ یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں۔ اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورۃ میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں۔ ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں۔ تو گو ساری عمر کوشش کریں۔ تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہو گی۔ اور یہ بات لاف و گزاف نہیں۔ بلکہ واقعی اور حقیقی یہی بات ہے۔ کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ہم کیا کریں۔ اور کیونکر فیصلہ ہو۔ پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے۔ بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہوں۔ تو ہم بطور انعام پانسو روپیہ نقد ان کو دینے کے لئے طیار ہیں۔ اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستر کے قریب ہونگی وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتب اور منتظم دُرِّ حکمت و جواہر معرفت و خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں۔ جو سورۃ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں۔ اور اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو۔ تو جسقدر ہمارے لئے ممکن ہو گا۔ ہم ان کی درخواست پر بڑھا دیں گے۔ اور ہم صفائی فیصلہ کے لئے پہلے سورۃ فاتحہ کی ایک تفسیر طیار کر کے اور چھاپ کر پیش کریں گے۔ اور اس میں وہ تمام حقائق و معارف و خواص کلام الوہیت بہ تفصیل بیان کریں گے۔ جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہیں۔ اور پادری صاحبوں کا یہ فرض ہو گا۔ کہ توریت اور انجیل اور اپنی تمام کتابوں میں سے سورۃ فاتحہ کے مقابل پر حقائق اور معارف اور خواص کلام الوہیت جس سے مراد فوق العادت عجائبات ہیں۔ جن کا بشری کلام میں پایا جانا ممکن نہیں پیش کر کے دکھلائیں۔ اور اگر وہ ایسا مقابلہ کریں۔ اور تین منصف غیر قوموں میں سے کہہ دیں کہ وہ لطائف اور معارف اور خواص کلام الوہیت جو سورۃ فاتحہ میں ثابت ہوئے ہیں۔ وہ ان کی پیش کردہ عبارتوں میں بھی ثابت ہیں۔ تو ہم پانسو روپیہ جو پہلے سے ان کے لئے ان کی اطمینان کی جگہ پر جمع کرایا جائیگا۔ دیدیں گے۔"

(سراج الدین عیسائی چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۰-۳۶۱)

○

حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام کے الہامات کے مقابل پر یسوع کے کلمات سے ان کی خدائی ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ

"......انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ بھلا اس سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے۔ ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہو سکتی ہے۔ تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے۔ تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے۔ ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں۔ اور حلفاً یہ بیان کر دیں۔ کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔ اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں۔ کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں۔ کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے۔ کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے۔ اور اگر صحیح نہیں ہے۔ تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے۔ جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جائے اور میں خوب جانتا ہوں۔ کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے"

(کتاب البریۃ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۶)

○

کسی حدیث میں حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت کرنے والے کے لئے بیس ہزار روپیہ

"غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔ اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے۔ اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ

ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے۔ کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں۔ کہ آپ کہاں اترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا۔ وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے۔ جس میں یہ لکھا ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے۔ تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہو گا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔"

(کتاب البریۃ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶ بقیہ حاشیہ)

○

جو شخص یہ ثابت کرے کہ بد گوئی کی بنیاد میں نے ڈالی۔ اسے میں ہزار روپیہ نقد دینے کو تیار ہوں

"میں سچے دل سے اس بات کو بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کسی کی نظر میں یہی سچ ہے۔ کہ بد گوئی کی بنیاد ڈالنے والا میں ہی ہوں۔ اور میری ہی تالیفات نے دوسری قوموں کو توہین اور تحقیر کا جوش دلایا ہے۔ تو ایسا خیال کرنیوالا خواہ ابزرور کا ایڈیٹر ہو یا انجمن حمایت اسلام لاہور کا کوئی ممبر یا کوئی اور گروہ ثابت کر دکھاوے کہ یہ تمام سخت گوئیاں جو پادری فنڈل سے شروع ہو کر امہات المومنین تک پہنچیں یا جو اندرمن سے ابتداء ہو کر لیکھرام تک ختم ہوئیں۔ میری ہی وجہ سے برپا ہوئی تھیں۔ تو ایسے شخص کو تاوان کے طور پر ہزار روپیہ نقد دینے کو تیار ہوں۔"

(البلاغ فریاد درد۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۸۸-۳۸۹)

○

توفّی کے معنے سوائے موت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ میں پیش کرنے والے کے لئے پانسو روپے انعام

"......اور اگر یہ کہو کہ ترتیب کو تم ہم مانتے ہیں۔ مگر توفّی کے معنے موت نہیں مانتے۔ تو اس کے ہماری طرف سے دو جواب ہیں (ا) اول یہ کہ خود صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے یہ معنے مروی ہیں۔ متوفّیك ممیتك یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ متوفیک کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں تجھے وفات دونگا۔ علاوہ اس کے جو شخص تمام احادیث اور قرآن شریف کا تتبع کریگا۔ اور تمام لغت کی کتابوں اور ادب کی کتابوں

کو غور سے دیکھے گا۔ اس پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی۔ کہ یہ قدیم محاورہ لسان العرب ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہوتا ہے۔ اور انسان مفعول بہ ہوتا ہے۔ تو ایسے موقعہ پر لفظ توفّی کے معنے بجز وفات کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے۔ تو اس پر واجب ہے۔ کہ ہمیں حدیث یا قرآن یا فن ادب کی کسی کتاب سے دکھلاوے۔ کہ ایسی صورت میں کوئی اور معنے بھی توفّی کے آجاتے ہیں۔ اور اگر ایسا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ سے پیش کر سکے۔ تو ہم بلا توقف اس کو پانسو روپے انعام دینے کو طیار ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۵۷-۴۵۸ بقیہ حاشیہ)

○

مولوی عبدالحق غزنوی کے لئے ہزار روپے کا چیلنج

"میں آپ کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے کو طیار ہوں۔ اگر آپ کسی قرآن شریف کی آیت یا کسی حدیث قوی یا ضعیف یا موضوع یا کسی قول صحابی یا کسی دوسرے امام کے قول سے یا جاہلیت کے خطبات یا دواوین اور ہر ایک قسم کے اشعار یا اسلامی فصحاء کے کسی نظم یا نثر سے یہ ثابت کر سکیں۔ کہ خلت کے معنوں میں یہ بھی داخل ہے۔ کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اول خلت کا بیان کرنا۔ اور پھر ایسی عبارت میں جو بموجب اصول بلاغت و معانی تفسیر کے محل میں ہے۔ صرف مرنا یا قتل کئے جانا بیان فرمانا۔ کیا مومن کے لئے یہ اس بات پر حجت قاطع نہیں ہے۔ کہ خلت کے معنے اس محل میں دو ہی ہیں۔ یعنی مرنا یا قتل کئے جانا۔ اب خدا کی گواہی کے بعد اور کسی کی گواہی کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ایسے مقام میں خدا تعالیٰ نے میری سچائی کی گواہی دیدی اور بیان فرمادیا۔ کہ خلت کے معنے مرنا یا قتل کئے جانا ہے۔"

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۷۶)

○

پیر صاحب گولڑہ کے لئے اشتہار انعامی پچاس روپیہ

"چونکہ میں اپنی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ آئندہ کسی مولوی وغیرہ کے ساتھ زبانی بحث نہیں کرونگا۔ اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی درخواست زبانی بحث کی جو میرے پاس پہنچی۔ میں کسی طرح اس کو منظور نہیں کر سکتا۔ افسوس کہ انہوں نے محض دھوکا دہی کے طور پر باوجود اس علم کے کہ میں ایسی زبانی بحثوں سے برکنار رہنے کے لئے جن کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔ خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ میں ایسے مباحثات سے دور رہونگا۔ پھر بھی مجھ سے بحث کرنے کی درخواست کر دی۔ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ ان کی

درخواست محض اس ندامت سے بچنے کے لئے ہے۔ کہ وہ اس اعجازی مقابلہ کے وقت جو عربی میں تفسیر لکھنے کا مقابلہ تھا۔ اپنی نسبت یقین رکھتے تھے۔ گویا عوام کے خیالات کو اور طرف الٹا کر سرخرو ہو گئے۔ اور پردہ بنا رہا۔ ہر ایک اہل دل خدا کے سامنے ہے۔ اور ہر ایک سینہ اپنے گناہ کو محسوس کر لیتا ہے۔ لیکن میں حق کی حمایت کی وجہ سے ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ یہ جھوٹی سرخروئی بھی ان کے پاس رہ سکے۔ اس لئے مجھے خیال آیا۔ کہ عوام جن میں سوچ کا مادہ طبعاً کم ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لیں گے۔ کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے۔ اسی وجہ سے تو ٹال دیا۔ لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گذرے گا کہ منقول مباحثات پر ضرور وہ قادر ہونگے تبھی تو درخواست پیش کر دی۔ اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے۔ کہ ان کے پاس حضرت مسیحؑ کی حیات اور میرے دلائل کے رد میں کچھ دلائل ہیں۔ اور یہ تو معلوم نہیں ہو گا۔ کہ یہ زبانی مباحثات کی جرأت بھی میرے ہی اس عہد ترک بحث نے ان کو دلائی ہے۔ جو انجام آتھم میں طبع ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں یہ رسالہ لکھ کر اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اول سے آخر توڑ دیں اور پھر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کر کے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کر کے حاضرین کے سامنے ذکر کریں۔ اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سنا دیں گے۔ پیر صاحب کے جوابات سنا دیں۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں۔ اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں۔ تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتح یابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دے دونگا۔ اور اگر پیر صاحب تحریر فرما دیں تو میں یہ مبلغ پچاس روپیہ پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرا دونگا۔ مگر یہ پیر صاحب کا ذمہ ہو گا۔ کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں۔ کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کر کے باضابطہ رسید دیدیں۔ اور مندرجہ بالا طریق کی پابندی سے قسم کھا کر ان کو اختیار ہو گا۔ کہ وہ بغیر میری اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کر دیں۔ قسم کھانے کے بعد میری شکایت ان پر کوئی نہیں ہو گی صرف خدا پر نظر ہو گی جس کی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہو گا۔ کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے رد کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے۔ کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا۔ تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے۔ کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان یکم ستمبر ۱۹۰۲ء"

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۳۶)

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ اشتہار انعامی پانسو روپیہ

"اب اس اشتہار سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اور نشانوں میں مخالفین پر حجت پوری کی ہے۔ اسی طرح میں چاہتا ہوں۔ کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ کے متعلق بھی حجت پوری ہو جائے۔ اسی جہت سے میں نے اس اشتہار کو پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اور اگر تسلی نہ ہو۔ تو میں یہ روپیہ کسی سرکاری بنک میں جمع کرا سکتا ہوں۔ اگر حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے اس اشتہار میں لکھے ہیں۔ اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں۔ یعنی اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ زندہ رہا ہے۔ تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے۔ پانسو روپیہ نقد دونگا۔ اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں۔ تو ان کا اختیار ہو گا۔ کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے۔ کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی نظیر پیش کریں۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر۱۷ صفحہ ۵۰ تا ۵۲)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی اگر بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے بعد میری تفسیر کی غلطیاں نکالیں۔ تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دونگا۔

"اے نادان! اگر علمی اور دینی کتابیں جو ہزارہا معارف اور حقائق پر مندرج ہوتی ہیں صرف فرضی افسانوں کی عبارتوں کے سرقہ سے تالیف ہو سکتی ہیں۔ تو اسوقت تک کس نے آپ لوگوں کا منہ بند کر رکھا ہے۔ کیا ایسی کتابیں بازاروں میں ملتی نہیں ہیں جن سے سرقہ کر سکو۔ ان لعنتوں کو کیوں آپ لوگوں نے ہضم کیا۔ جو درحالت سکوت ہماری طرف سے آپ کے نذر ہوئیں۔ اور کیوں ایک سورۃ کی بھی تفسیر عربی بلیغ فصیح میں تالیف کر کے شائع نہ کر سکے۔ تا دنیا دیکھتی۔ کہ کس قدر آپ عربی دان ہیں۔ اگر آپ کی نیت بخیر ہوتی تو میرے مقابل تفسیر لکھنے کے لئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے۔ تا دروغگو بیحیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔ خیر تمام دنیا اندھی نہیں ہے۔ آخر سوچنے والے بھی موجود ہیں ہم نے کئی مرتبہ یہ بھی اشتہار دیا۔ کہ تم ہمارے مقابلہ پر

باقی صفحہ ۳۹ پر

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

حضرت حافظ محمد اسحاق بھیروی .... قبول احمدیت اور کوائف و حالات

ایڈیٹر

بھیرہ کی سرزمین کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ یہاں حضرت حکیم مولانا نور الدین .... جیسے مبارک وجود پیدا ہوئے جو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پر ایمان لا کر نہ صرف اول المبائعین قرار پائے بلکہ حضرت اقدسؑ کے دعویٰ کے مصدق بھی تھے۔ اور پھر آپ کے مبارک نمونہ نے کئی اور عشاق کو مسیح موعودؑ کے قدموں میں لا ڈالا۔ یہ رفقاء حضرت اقدسؑ کے الہام "یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ" کے مصداق ہیں۔ انہی رفقاء میں سے حضرت حافظ محمد اسحٰق بھیروی بھی تھے جن کے کوائف و حالات ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں۔

خاندانی تعارف

حضرت حافظ صاحب کا خاندان صناع اور مذہباً اہل حدیث تھا حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی ...... (ایڈیٹر الحکم قادیان) اس خاندان کے تعارف میں لکھتے ہیں:۔

"حافظ صاحب کا خاندان اہل حدیث تھا اور یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ...... کے فیض صحبت کا اثر تھا اس زمانہ میں اہل حدیث کو وہابی کہتے تھے اور ان کی خطرناک مخالفت کی جاتی تھی خود حضرت خلیفۃ (المسیح الاول ....ناقل) ...... اور آپ کے اس زمانہ کے رفقاء کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔" (۲)

حضرت حافظ صاحب کی ولادت، بچپن اور تعلیم

حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد مولوی چراغ دین صاحب بھیرہ کے ایک نہایت نجیب و شریف صناع خاندان سے تھے حضرت حافظ صاحب ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے(۳) جبکہ تاریخ بھیرہ مولفہ ماسٹر فضل الرحمن صاحب بسمل کے مطابق آپ کی ولادت ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ (۴)

چونکہ یہ خاندان مذہبی طور پر اہل حدیث تھا اس لئے حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد نے ان کی تعلیم کا خاص خیال رکھا۔ اخبار الحکم کے مطبوعہ نوٹ میں ہے حضرت مولانا عرفانی صاحب ...... فرماتے ہیں:۔

"ابتدائی تعلیم اس زمانہ کے طریق کے موافق قرآن کریم سے ہوئی اور پہلے ہی سے یہ

فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ ان کو قرآن مجید حفظ کرایا جائے چنانچہ پانچ سال کی عمر میں ایک حافظ اور قاری استاد کے سپرد کیا گیا۔ حافظ صاحب اپنی ذہانت اور زیرکی کی وجہ سے دو ہی سال میں قرآن مجید کے حافظ ہو گئے۔ ...... قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ کو رسمی اور عرفی تعلیم کے سرکاری مدرسہ میں داخل کر دیا گیا جہاں وہ اپنی ذہانت اور قابلیت کے سبب اپنے ہم چشموں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ چند سال یہ سلسلہ تعلیم جاری رہا اور اس عرصہ میں انہیں اچھی قابلیت ہو گئی۔ چونکہ طبیعت کو ایک صناع خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے عملی کاموں میں مناسبت تھی اس لئے آپ انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو میو سکول آف آرٹس میں انجنیئرنگ کی تعلیم پاتے رہے اور ۱۹۰۵ء میں کالج کی تعلیم انجینئرنگ سے فارغ ہو کر اسی سال محکمہ نہر میں ملازم ہو گئے" (۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعارف

دوران تعلیم قیام لاہور میں ہی حافظ صاحب کا تعارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہیں سے ہی آپ کے دل کو احمدیت کی طرف راغب کیا چنانچہ آپ ہی کا بیان ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لاہور میں سبز اشتہار لیا...... اس اشتہار کو پڑھنا تھا کہ ایک خاص کیفیت جذب کی پیدا ہو گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے...... ایک محبت اور عشق پیدا ہو گیا" (۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ حضرت حافظ صاحب کی محبت تو بہت ابتداء سے ہی تھی تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الاول ...... اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب ...... کی پاکیزہ صحبت اور شاگردی آپ کی بیعت کا سبب بنی۔ الحکم میں آپ کی بیعت کا ذکر اس طرح ہے:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا اصل ذریعہ حضرت حکیم الامت اور حضرت حکیم فضل الدین...... کی صحبت اور شاگردی تھی۔ جس رنگ میں استاد رنگے ہوئے تھے وہی رنگ ان (حضرت حافظ صاحب) پر چڑھا..... ۱۸۹۰ء کے رمضان میں بزمانہ تعطیلات آپ بھیرہ گئے اور وہاں ایک رویاء کے ذریعہ آپ پر راہ ہدایت کھل گئی اور محبت و عشق کی چنگاری جو سلگ رہی تھی اب وہ پوری قوت سے روشن ہو گئی اور آپ قادیان چلے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حافظ صاحب کا خاندان اس سے پہلے

داخل احمدیت ہو چکا تھا۔" (۷)

۱۸۹۰ء کی تعطیلات میں آپ نے رؤیا دیکھا تھا اور اس کے بعد آپ کا قادیان جانے کا ذکر ہے۔ تاریخ بھیرہ میں آپ کی بیعت کا سن ۱۸۹۱ء لکھا ہے۔ (۸) جو درست اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

آپ کا استقلال واخلاص

حضرت حافظ صاحب کے دل میں آغاز جوانی سے ہی حضرت اقدس ؑ کی محبت پیدا ہو چکی تھی اور عقد بیعت کے ساتھ وہ شمع مزید روشن ہوتی چلی گئی اس لئے آپ نے ہر آزمائش میں صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ اس طرح آپ وہ خوش نصیب اور مبارک وجود تھے جنہوں نے اخلاص ووفا کا رنگ دکھلایا۔ حضرت مولانا شیخ یعقوب علی عرفانی .... فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود کا آغاز ہوا اور ہر طرف سے تکذیب و تکفیر کا شور بلند ہوا۔ تاریکی کے فرزند ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس نور کے بجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لاہور مخالفت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس زمانہ میں احمدیت کا اقرار اپنے ہاتھ سے موت کے وارنٹ پر دستخط کرنا تھا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ ان عقوبتوں اور مخالفتوں میں جو لطف آتا تھا اس کی یاد آج بھی دل و دماغ میں ایک تلاطم ذوق پیدا کر دیتی ہے حافظ صاحب لاہور میں طالب علم تھے اور کوئی موقعہ فرصت و تعطیل کا ملتا تو قادیان کو بھاگتے حضرت مکرم ڈاکٹر صادق صاحب بھی لاہور آ چکے تھے اور بارہا یہ دونوں نوجوان بٹالہ سے رات کو ٹرین سے اترتے ہوئے پیدل قادیان پہنچ جاتے تاکہ علی الصبح فجر کی نماز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کی سعادت حاصل کر سکیں۔ بارہا حضرت کو تعجب ہوتا کہ آپ کب آگئے اور جب راتوں رات آنے کا علم ہوتا تو حضور کو بہت مسرت ہوتی اور دعا فرماتے۔" (۹)

حضرت حافظ صاحب کی ملازمت اور وفات

حضرت حافظ صاحب کے تفصیلی حالات بہت کم دستیاب ہیں۔ آپ کی ملازمت اور دنیوی مصروفیات کے بارہ میں ماسٹر فضل الرحمن بسمل مرحوم لکھتے ہیں:

"آپ سرکاری ملازمت میں اوورسیر تھے پھر میو سکول آف آرٹس (نیشنل کالج) لاہور میں انسٹرکٹر مقرر ہوئے اس عرصہ میں آپ نے کئی نوجوان احمدیوں کو ڈرائنگ ماسٹر کا تربیتی کورس وہاں کروایا .... محترم حافظ صاحب افریقہ بھی گئے۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن جا کر رہائش کر لی تھی۔ وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے" (۱۰) (باقی صفحہ ۳۹ پر)

میرے والد ماجد۔ مولانا نسیم سیفی صاحب

از مکرم انور اقبال سیفی صاحب

۱۹ مارچ ۱۹۹۹ء کو میرے محترم والد، جماعت احمدیہ کے مربی، سابق انچارج مربیان مغربی افریقہ اور نامور صحافی نسیم سیفی صاحب اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ میرے ابا جان مئی ۱۹۱۷ء میں حضرت ماسٹر عطا محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں قادیاں میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام رحیم بی بی صاحبہ تھا اور وہ میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے (جنہیں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب میں مولوی فضل محمد لکھا ہے) کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ آپ کی عمر گیارہ برس تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔

ابا جان نے ۱۹۴۴ء میں اپنی زندگی خدمت دین کے لئے پیش کی اور ۱۹۴۵ء میں نائیجیریا کے لئے روانہ ہوئے اور اس طرح تبلیغی میدان میں قدم رکھا۔ نائیجیریا میں بیس سال کے عرصہ تک قیام رہا۔ نائیجیریا کے قیام کو وہ اپنی زندگی کا ایک یادگار دور کہا کرتے تھے۔ ذکر کیا کرتے تھے کہ میرا نظریہ یہ تھا کہ اس بات کا انتظار نہ کیا جائے کہ لوگ ہم تک پہنچیں گے۔ بلکہ ہمیں لوگوں تک پہنچنا ہے۔ اور ان کی کامیابی کا راز بھی اسی میں تھا۔ دعوت الی اللہ کی تو میدان میں خود گئے۔ اخبار THE TRUTH جاری کیا تو اسی اصول کو اپنایا۔ اس اخبار کے ذریعہ اُنہوں نے جماعت احمدیہ کا پیغام ساری دنیا تک پہنچایا۔ اس اخبار کو انہوں نے صرف نائیجیریا تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ ساری دنیا میں اپنے مدمقابل مخالفوں کا اس اخبار ہی کے ذریعہ مقابلہ کیا۔ اور جلد ہی وہ وقت آگیا جب اس اخبار کو مذہب کا معیار تسلیم کیا جانے لگا۔ نائیجیریا قیام کے دوران ایک اور قابل ذکر بات ہوئی۔ اور وہ یہ کہ "یونائیٹڈ نیشنالٹی آف شپ لیگ امریکہ" کے پریذیڈنٹ Mr Raymond Dunn نے نوبل پیس انسٹیٹیوٹ کو محترم نسیم سیفی صاحب (ایڈیٹر ٹروتھ) کا نام بھی اس فہرست میں شامل کرنے کی درخواست کی جو پیس پرائز کے زیر غور آتے ہیں۔ اس بات کو ابا جان ہمیشہ احمدیت کی برکت قرار دیتے اور کہتے کہ یہ احمدیت کے سر سہرا ہے کہ اس کے ایک ادنیٰ کارکن کا نام امریکہ کی ایک اہم انسٹیٹیوٹ نے پیش کیا۔

آپ نائیجیریا سے ۱۹۶۴ء میں واپس پاکستان آئے اور کچھ عرصہ "سن رائز" کی ادارت کی۔ دفاتر تحریک جدید میں تقرری ہوئی۔ تحریک جدید میں نائب وکیل المال، نائب وکیل التبشیر، وکیل التصنیف اور وکیل التعلیم کے عہدوں پر فائز رہے۔ اس دوران ۲۲ سال تک ماہنامہ "تحریک جدید" کی ادارت کا موقع ملا۔ روزنامہ

"الفضل" کی ادارت کے فرائض نومبر ۱۹۸۸ء میں سنبھالے۔ کچھ عرصہ تک تو "تحریک جدید" اور "الفضل" کی ادارت کا کام ایک ساتھ چلتا رہا۔ لیکن "الفضل" کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے آپ کی مستقل تقرری دفتر الفضل میں ہوگئی۔ یہ دور سوا نو سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ محترم صدر صاحب الفضل بورڈ نے الوداعی تقریب کے موقع پر اپنے سپاسنامے میں فرمایا:

"محترم سیفی صاحب نے آکر اپنے طویل صحافتی تجربہ کو الفضل کی خدمت میں لگا دیا اور روزنامہ کو صحافت کی نئی جہتوں سے متعارف کرایا۔ مضامین میں تنوع پیدا کیا اور قارئین کو حالات حاضرہ سے آگاہ رکھنے کے لئے نئے کالم شروع کئے۔ سخن گوئی، سخن فہمی کی صفات کا حامل ہونے کی وجہ سے دلچسپی پیدا کی۔ آپ کی ادارت کا یہ دور تاریخ احمدیت میں ناقابل فراموش قرار دیا جائیگا۔"

حقیقت میں صحافت ان کا مزاج تھا، شاعری ان کی پہچان تھی اور ایڈ منسٹریشن ان کی فیلڈ تھی۔ یقیناً وہ بنی نوع انسان کے لئے ایک مفید وجود تھے۔ ادارت کے علاوہ شاعر کی حیثیت سے اردو شاعری میں گیارہ اور انگریزی شاعری میں تین مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔ نثر نگار کی حیثیت سے تصانیف کی تعداد ۵۵ سے متجاوز ہے۔

اللہ کے فضل سے اباجان کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو ہمیشہ کام کو اولیت دیتے اور دن رات اُسی میں لگے رہتے تھے۔ جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ زندگی بھر کبھی کسی چیز کی حسرت پیدا نہ ہوئی ہمیشہ یہی کہتے کہ میرے لئے سب سے بڑی راحت یہی ہے کہ میرے بچے بہت اچھے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام کہا کرتے تھے۔ ایک فقرہ My life is a very satisfied life کہا کرتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہماری خوش نصیبی کہ اباجان اپنے سب بچوں سے مطمئن تھے اور اُن پر فخر کرتے تھے۔ انگریزی کا یہ مقولہ ہم سے ہمیشہ کہتے Work hard there is always room on the top

چونکہ علم شناس تھے اور ہر ایسے شخص سے تعلق رکھنا ضروری سمجھتے تھے جو کسی بھی میدان میں تھوڑا بہت علم ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس لئے ہر چھوٹا بڑا اُن کی صحبت میں بیٹھ کر ہمیشہ کچھ سیکھ کر ہی اٹھتا۔ لیکن یہ کبھی نہ کہتے کہ میں اُس کا اُستاد ہوں۔ ہاں جس سے کچھ سیکھتے اُسے اپنا استاد ضرور سمجھتے۔ اباجان نے اکثر یہ کہنا کہ سیکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی سے خاص طور پر پڑھا جائے یا سیکھا جائے۔ خاموشی سے کسی کی صحبت میں رہ کر بھی بہت سیکھا جاتا ہے۔ ایک نوجوان ایک مرتبہ آدھ گھنٹہ کے لئے اباجان کے پاس بیٹھا اور واپس جاتے ہوئے کہنے لگا کہ میں آج آپ کی گفتگو سے اقوال لے کر جا رہا ہوں۔

اباجان جب ۱۹۳۷ء میں کالج میں تھے تو اُس وقت ایک پروفیسر کی کہی ہوئی بات کا اکثر ہمارے ساتھ اور دوسرے نوجوانوں کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔ اُن پروفیسر کا کہنا تھا کہ کالج پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ پڑھائی کی

چاٹ لگانے کے لئے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہاں تو صرف عادت ڈالی جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی تعلیم کالج چھوڑنے کے بعد جاری رہنی چاہئے۔ اُن کی اس بات سے ابا جان نے زندگی بھر فائدہ اٹھایا اور پھر ساری عمر لکھتے پڑھتے ہی رہے۔ اس بات سے استاد کی قدر کا سبق بھی ملتا ہے۔

حقیقت میں اس دنیا میں آنے اور چلے جانے کی اہمیت اس بات سے وابستہ ہے کہ اس نے یہاں کیسی زندگی گزاری۔ اکثریت کا کوئی نام لیوا نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ آپ نے اپنی اس کامیاب زندگی کے بارہ میں کیا خوب کہا:

جو مجھ سے ہوا میں نے کیا میں خوش ہوں بہت کچھ کر پایا ۔۔۔ اے کاش کہ میرے بچوں کو محنت کا خزانہ یاد رہے

اُن کی محنت میرے سامنے ہے۔ خوب محنت کی اور اُس محنت کے نتیجہ میں علم کا جو خزانہ اکٹھا کیا وہ ہمیں دے گئے۔ نوع انسانی رہتی دنیا تک اس دولت سے فائدہ اٹھائے گی اللہ تعالیٰ ہمیں علم کی اس دولت کو پھیلانے کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ از صفحہ ۳۳ :-

کوئی عربی رسالہ لکھو۔ پھر عربی زبان جاننے والے اس کے منصف ٹھہرائے جائیں گے۔ پھر اگر تمہارا رسالہ فصیح بلیغ ثابت ہوا۔ تو میرا تمام دعویٰ باطل ہو جائیگا اور میں اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد اگر تمہاری تفسیر لفظاً و معناً اعلیٰ ثابت ہوئی۔ تو اس وقت اگر تم میری تفسیر کی غلطیاں نکالو۔ تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دونگا غرض بیہودہ نکتہ چینی سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ بذریعہ تفسیر عربی اپنی عربی دانی ثابت کرو۔ کیونکہ جس فن میں کوئی شخص دخل نہیں رکھتا۔ اس فن میں اس کی نکتہ چینی قبول کے لائق نہیں ہوتی۔"

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد نمبر۱۸ صفحہ ۴۴۰، ۴۴۱) (جاری)

بقیہ از صفحہ ۳۶ :-

تاریخ بھیرہ کے مطابق آپ کی وفات ۱۹۲۵ء میں ہوئی (۱۱) آپ ایک پر جوش داعی الی اللہ اور غیر معمولی جذبہ رکھنے والے بزرگ تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون تھا۔ "رات کو چھت پر چڑھ کر بآواز بلند تقاریر کرتے" (۱۲) آپ کے پیغام حق پہنچانے سے کئی لوگوں کو احمدیت نصیب ہوئی اور آپ روحانی اولاد کے وارث ٹھہرے۔

حوالہ جات:

(۱۔۲۔۵ تا ۹) الحکم جلد ۴۲ نمبر ۲۱۔۲۲ صفحہ ۵۔۷ مورخہ ۷۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء

(۳۔۴۔۱۰۔۱۱۔۱۲) تاریخ بھیرہ صفحہ ۶۰۔۶۱ مولفہ ماسٹر فضل الرحمٰن بسمل مرحوم

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۹۸ء مجلس انصار اللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی چہارم ۱۹۹۸ء میں پاکستان کی ۲۱۷ مجالس کے ۲۸۹۳ انصار نے شرکت کی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار درج ذیل ہیں۔

اول:۔مکرم محمد سلیم اختر صاحب سلطانپورہ لاہور۔ دوم:۔مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی

سوم:۔مکرم عزیز احمد طاہر صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

خصوصی گریڈ اے حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ربوہ مکرم شیخ بشارت احمد صاحب علیانہ دارالرحمت شرقی الف۔ شیخ عبد الماجد صاحب دارالرحمت شرقی الف۔ ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی۔ سید رفیق احمد صاحب کوارٹرز تحریک جدید۔ چوہدری محمد یعقوب صاحب دارالرحمت وسطی۔ رانا شمیم الرحمٰن صاحب دارالیمن غربی۔ محمد عبد الماجد صدیقی صاحب گولبازار۔ محمد اسلم سجاد صاحب دارالعلوم شرقی حلقہ نور۔ میاں علی اصغر صاحب ورک علوم شرقی حلقہ نور۔ سید محمد عثمان صاحب دارالصدر شرقی۔ لاہور مکرم ناصر احمد شیخ صاحب بیت الاحد۔ مکرم شمیم احمد صدیقی صاحب بیت الاحد۔ محمد منظور احمد خاں ایاز صاحب سبزہ زار سکیم۔ قریشی محمد عمر صاحب راج گڑھ۔ محمد رمضان صاحب سلطان پورہ۔ کراچی مکرم انور علی جچہ صاحب گلشن حدید۔ مشہود احمد قریشی صاحب عزیز آباد۔ یعقوب احمد بٹ صاحب ڈرگ کالونی۔ حیدر آباد مکرم عنایت اللہ صاحب ضلع سیالکوٹ مکرم ماسٹر نصیر احمد صاحب مالو کے بھلی محمد آباد عمر کوٹ سندھ مکرم محمد حسین صاحب۔ حافظ آباد مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب۔ اسلام آباد مکرم عبد المنان فیاض صاحب حلقہ شرقی۔ مکرم محمد ظفر اللہ صاحب حلقہ غربی۔ فیصل آباد مکرم انعام اللہ ہاشمی صاحب دارالذکر ڈیرہ غازیخاں مکرم محمد صادق صاحب۔ واہ کینٹ مکرم مرزا رفیق احمد صاحب

اللہ تعالیٰ ان انصار کی یہ کامیابی مبارک کرے اور علم و معرفت میں مزید ترقیات عطا فرمائے۔ آمین

(عبد الخالق خالد) قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

قرار دادہائے تعزیت

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب واقف زندگی انچارج مرکزی شعبہ کمپیوٹرز ربوہ مورخہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۹۹ء راہ مولیٰ میں جان کی قربانی دیتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل قراد دادہائے تعزیت موصول ہوئی ہیں۔

مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ۔ مجلس انصار اللہ ربوہ۔ مجلس انصار اللہ اسلام آباد شرقی۔ مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی۔ جماعت احمدیہ چپ بورڈز فیکٹری جہلم۔

تعزیت و دعا

مکرم محمد اختر معلم وقف جدید نے اطلاع دی ہے کہ مکرم مختار احمد خاں شکرانی صاحب زعیم انصار اللہ بستی شکرانی ضلع بہاولپور بعمر ۵۵ سال مورخہ ۶ مئی ۱۹۹۹ء کو وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد کی یاد میں

یونہی تو لوگ گاتے نہیں ہیں کسی کے گُن
آتے ہیں یاد سب کو تیرے ساتھ پُن

مجھ کو ملی تھی تیری شہادت کی جب خبر
دل پر لگی وہ چوٹ ہوئے ہاتھ پاؤں سُن

اپنی تمام خوشیاں جماعت پہ وار کے
اک سلسلہ کا چل دیا خاموش کارکن

تو خاندان پاک کا منفرد نوجواں
سر پر سوار خدمت دین متیں کی دُھن

قائم ہیں جن سے صحن گلستاں کی رونقیں
دست قضا! نہ باغ سے تو ایسے پھول چن

قائم رہے گا قدسی خدا کا یہ سلسلہ
تو وسوسوں کے اور نہ سوچوں کے جال بُن

عبدالکریم قدسی

Monthly **Ansarullah** Rabwah

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL – 92 June, 1999.

جماعت کو نصیحت

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ لیکن میں اُن کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ اُن پر افسوس کرتا ہوں کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور اپنی عاجزی اور فرومائیگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گالیاں دیں۔ کفر کے فتوے لگائیں۔ جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افتراء اور بہتان لگائیں۔ وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لا کر میرا مقابلہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں اُن کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے مجھے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے۔ اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کو مناسب ہے کہ اُن کی گالیاں سن کر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔ وہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اُس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

.........جو حالت اس وقت ہو رہی ہے اور یہ مختلف فرقہ بندیاں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور مخالف اس پر دلیر ہو رہے ہیں اور بیباکی سے حملے اور اعتراض کرتے ہیں۔ یہ سب اسی دابتہ الارض کا فساد ہے۔ انہوں نے ہی عیسائیوں کو مدد دی ہے مگر اب خدا کا شکر کرو کہ اُس نے عین وقت پر دستگیری فرمائی ہے۔ اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس لئے تم کو مناسب ہے کہ اس فضل کو جو تم کو دیا گیا ہے۔ ضائع نہ کرو اور ادب کی نگاہ سے دیکھو اور اس مدد اور نصرت کی جو تمہیں دی گئی ہے قدر کرو۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۳۲)